ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
13
3 تا 9 ربیع الثانی 1430ھ / 31 مارچ تا 6 اپریل 2009ء

آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟

قومیں علم و آگہی سے بنتی اور ترقی کرتی ہیں۔ قومیں نفرتوں، بے معنی اختلافات اور فسادات سے نہیں بلکہ اتحاد، اتفاق اور تدبیر سے آگے بڑھتی ہیں۔ ہم اس سطح پر بھی دنیا کی بیشتر اقوام سے کمزور اور پیچھے ہیں۔ ہم ''اِقرأ'' کی تلاوت کرتے ہیں اور آواز بلند کرتے ہیں۔ علم کے تعلق سے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کا بار بار اعادہ کرتے ہیں لیکن حصولِ علم کے شوق و جذبے سے عاری ہیں۔ اس صورت میں اکیسویں صدی بھی ہمارے لیے یقیناً جہل و لاعلمی کی صدی ہوگی، وہ اس لیے بھی کہ ہم نے جو کچھ آج بویا ہے وہی کل کاٹیں گے۔ میں سوچتا ہوں کہ ہم ہر دم اسلام کی تسبیح پڑھتے ہیں لیکن اپنے عمل سے ہم نے اپنے باطن میں اسلام کو مسترد کر رکھا ہے۔ ہم انفرادی و اجتماعی طور پر احکامِ قرآن کی جس طرح کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ہم نے اسلام کا نسخہ تو لکھوا لیا ہے، لیکن نسخے میں لکھی ہوئی دوا استعمال کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ معاملاتِ زندگی اور معاملاتِ انسانی کے تعلق سے قرآن پاک میں جو ہدایات آئی ہیں آپ ان کی فہرست مرتب کر لیجیے اور اس فہرست کو اپنے اعمال سے ملا کر دیکھئے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ ہم اسلام کے حوالے سے کہاں کھڑے ہیں؟

ڈاکٹر جمیل جالبی

اس شمارے میں

23 مارچ یومِ پاکستان یا......
سوات میں نفاذِ شریعت
والدین کے حقوق
اسلامی نظام کے لئے
دینی جماعتوں کی کوششوں کی ناگزیریت
تہذیبیں کیسے معدوم ہوتی ہیں؟
عبادت: نماز روزے کا نام نہیں؟
میں تنظیم کا رفیق کیسے بنا؟
بڑے عذاب سے پہلے......
دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ الاعراف

(آیات:94تا100)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ حَتّٰی عَفَوْا
وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾ اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿٩٧﴾ اَوَ اَمِنَ
اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّھُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿٩٨﴾ اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰہِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَلَمْ یَھْدِ لِلَّذِیْنَ
یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ ۢ بَعْدِ اَھْلِھَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾﴾

”اور ہم نے کسی شہر میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو (جو ایمان نہ لائے) دُکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی اور زاری کریں۔ پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہوگئے تو کہنے لگے کہ اسی طرح کا رنج و راحت ہمارے بڑوں کو بھی پہنچتا رہا ہے تو ہم نے اُن کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ (اپنے حال میں) بے خبر تھے۔ اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہوجاتے۔ تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے مگر انہوں نے تو تکذیب کی۔ سو اُن کے اعمال کی سزا میں ہم نے اُن کو پکڑ لیا، کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آنازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کے داؤ کا ڈر نہیں رکھتے (سُن لو کہ) اللہ کے داؤ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو جو اہل زمین کے (مرجانے کے) بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو اُن کے گناہوں کے سبب اُن پر مصیبت ڈال دیں اور اُن کے دلوں پر مُہر لگادیں کہ کچھ سُن ہی نہ سکیں۔“

سورۃ الانعام میں انبیاء و رسل کے ضمن میں یہ اہم قانون مذکور ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی طرف رسول بھیجتا تھا تو اس قوم کو سختیوں، مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کرتا تھا تاکہ وہ حق کی طرف رجوع ہوں اور بات سننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ لیکن اگر اس سب کے باوجود بھی وہ دعوت حق کو نہیں مانتی تو اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ صورت حال کو الٹا کر دیتا اور اُن پر اپنی نعمتوں کے خزانے کھول دیتا تھا، کہ اب جتنا چاہے عیش کرلو۔ اور پھر بالآخر اُن پر عذاب مسلط کیا جاتا۔ اور ہم نے جس بستی میں بھی کسی نبی کو بھیجا تو ہم نے اس بستی والوں کو سختیوں اور تکلیفوں میں پکڑا تاکہ وہ گڑگڑائیں، اُن میں عاجزی پیدا ہو اور وہ کچھ ہوش کے ناخن لیں۔ پھر جب وہ ان تکلیفوں کے باوجود اڑے رہے، اُن میں کوئی عاجزی پیدا نہ ہوئی تو پھر ہم نے اس برائی کی جگہ پر بھی بھلائی بدل دی کہ اب کھاؤ پیو، ہم نے تم پر خزانے کھول دیے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے یعنی مال و اولاد میں ترقی ہوئی تو وہ کہنے لگے، ہاں ہمارے آباؤ اجداد کو بھی اس طرح کی رنج و راحت پہنچتی رہی ہے۔ پس ہم نے اُن کو اچانک پکڑا اور انہیں اس کا شعور بھی نہ تھا کہ اب اچانک اُن پر پکڑ آنے والی ہے۔ پس یہ ہے وہ سنت اللہ جو ہر رسول کو پیش آئی۔ یہی بات کی سورت السجدہ کے اندر کہی گئی۔ ﴿وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ﴾ ”ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذابوں کے مزے چکھائیں گے۔“

بڑا عذاب، عذاب استیصال ہے، جس میں کسی قوم کو نسیاً منسیاً کر دیا جائے۔ پھر وہ ایسے ہو گئے جیسے تھے ہی نہیں، ”فَقُطِعَ دابر الذین کفروا“ کافروں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ لایری الا مسکنھم اب اُن کے مسکن (محل) نظر آرہے ہیں لیکن اُن میں بسنے والا کوئی باقی نہیں رہا۔

اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم اُن پر آسمانوں اور زمینوں کی برکتوں کے خزانے کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے اُن کو اُن کی کرتوتوں کی پاداش میں پکڑا۔ ﴿اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ ۝﴾ ”تو کیا یہ بستیوں والے بالکل بے خوف ہوگئے ہیں کہ اُن کے پاس ہمارا عذاب نہیں آسکتا۔ جبکہ وہ رات گزار رہے ہوں اور سو رہے ہوں۔ کیا وہ مطمئن ہوگئے ہیں اس سے کہ کوئی عذاب اُن پر نہیں آسکتا۔ صبح کے وقت جب کہ وہ کھیل رہے ہوں؟ کیا پس وہ اللہ کی چال سے مطمئن ہوگئے ہیں؟ خبردار رہیے اللہ کی چال سے۔ پس اللہ کی چال سے اپنے آپ کو وہی امن میں محسوس کرتے ہیں جو خسارے پانے والے تباہ ہونے والے ہوں۔ کیا اُن لوگوں کو ہدایت نہیں ملی جو کسی ہلاک ہونے والی قوم کے بعد زمین میں اُن کے وارث ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو اُن کو بھی ہم اُن کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیں تو کیا انہیں یہ سبق حاصل نہیں ہوا؟ کیا قوم ثمود نے قوم عاد سے سبق نہیں سیکھا؟ قوم عاد نے قوم نوح کے انجام سے کیوں سبق نہیں سیکھا؟ اور قوم شعیبؑ نے قوم لوطؑ کے انجام سے سبق کیوں نہیں سیکھا اور ہم ان کے دلوں پر مہر کر دیا کرتے ہیں تو وہ سنتے بھی نہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

حاجت روائی

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ قَضٰی لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ حَاجَۃً یُّرِیْدُ اَنْ یَّسُرَّہٗ بِھَا فَقَدْ سَرَّنِیْ وَمَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰہَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰہَ اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ)) (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری امت کے کسی شخص کی حاجت پوری کی یہ ارادہ کرکے کہ وہ اپنی حاجت پوری ہونے سے خوش ہو جائے گا تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔“

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18	3 تا 9 ربیع الثانی 1430ھ	31 مارچ تا 6 اپریل 2009ء	شمارہ 13

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-5869501
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا-------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

23 مارچ یومِ پاکستان یا یومِ جمہوریہ

ہم 23 مارچ قومی تہوار کے طور پر کیوں مناتے ہیں اور اِسے یومِ پاکستان کہتے ہیں جبکہ پاکستان کا یوم آزادی تو 14 اگست ہے۔ اگر یہ یومِ قراردادِ پاکستان جسے اصلاً قرارداد لاہور کہنا چاہیے جو 23 مارچ 1940ء کو منظور ہوئی تھی تو پھر سوال یہ ہے کہ ہم نے 1947ء سے 1957ء تک نو سال کیوں نہ منایا اور اچانک ہمیں 1957ء میں کیوں خیال آیا کہ پاکستان کی قرارداد کا دن قومی دن کے طور پر منایا جانا چاہیے۔ ایک اور نکتہ غور طلب ہے کہ 1957ء میں جب یہ دن پہلی مرتبہ قومی سطح پہ منایا گیا تو اِسے یوم جمہوریہ قرار دیا گیا پھر 1958ء میں بھی یومِ جمہوریہ کے طور پر منایا گیا۔ پھر 1959ء میں یہ یومِ پاکستان بن گیا اور ساٹھ کی دہائی میں اقبال پارک میں قراردادِ لاہور کی یادگار بھی تعمیر ہوگئی۔ جس طرح غلط العام الفاظ اور اصطلاحات اتنی پختہ ہو جاتی ہیں کہ صحیح الفاظ اور اصطلاحات لوگوں کے دل و دماغ سے محو ہو جاتے ہیں اور نئی نسل تو اصلیت سے بالکل ناواقف ہوتی ہے۔ لہٰذا سچ جھوٹ اور جھوٹ سچ بن جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت ایک دن کے فرق کے ساتھ آزاد ہوئے۔ بھارت نے قریباً اڑھائی سال میں یعنی 26 جنوری 1950ء کو آئین بنالیا اور اِس دن کو یوم جمہوریہ قرار دیا۔ گورنر جنرل پرشاد صدر مملکت بن گئے۔ 59 سال سے بھارت یہ دن یعنی 26 جنوری بڑے تزک و احتشام سے مناتا ہے اور اِسے اپنی قومی زندگی میں بڑی اہمیت دیتا ہے۔ پاکستان نے آزادی کے نو سال بعد یعنی 23 مارچ 1956ء کو پہلی مرتبہ دستور بنایا۔ وزیراعظم پاکستان چودھری محمد علی کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ پاکستان نے بھی 23 مارچ کو یومِ جمہوریہ قرار دیا اور اِسے قومی تہوار کے طور پر منانے کا دن قرار دے دیا گیا۔ گورنر جنرل سکندر مرزا صدرِ مملکت سکندر مرزا بن گئے۔ پاکستان نے تختِ برطانیہ سے اپنا رسمی تعلق بھی ختم کر دیا۔ اِسی لئے 1957ء اور 1958ء میں اِسے یوم جمہوریہ کے طور پر منایا گیا۔ اکتوبر 1958ء میں پاکستان پہلی بار مارشل لاء کی زد میں آیا۔ حکومت، اسمبلیاں اور آئین سب کچھ توڑ پھوڑ دیا گیا۔ جمہوریت کے خاتمے اور آئین کے قتل کے بعد یوم جمہوریہ منانے کا کوئی تک نہیں بنتا تھا۔ شاطر دماغوں اور نظریہ ضرورت کے موجدوں نے ایک ہی تاریخ ہونے کا فائدہ اٹھایا اور شعبدہ بازی سے یوم جمہوریہ کو یومِ پاکستان بنا دیا۔ اگرچہ یہ امکان موجود ہے کہ چودھری محمد علی کی حکومت نے ایک دو دن کی کمی بیشی اِس خیال سے کر لی ہو کہ دستور کا نفاذ اسی تاریخ سے کر لیا جائے، یعنی 23 مارچ کو جس دن قراردادِ لاہور منظور ہوئی تھی۔ لیکن یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ 1956ء تک یعنی جب آئین نافذ ہوا، یہ دن منانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ پھر یہ کہ پہلے دو سال اِسے یوم جمہوریہ کیوں کہا گیا۔ ہم نے اتنی طویل تمہید صرف اِس لئے باندھی ہے کہ قارئین کو بتا سکیں اِس قوم کو کب سے دھوکہ میں رکھا جا رہا ہے اگر آپ نے جمہوریت اور آئین ختم کیا تھا تو اِس دن کا منایا جانا بھی ختم کر دینا چاہیے تھا۔ مقصد یہ تھا کہ عوام کے منہ میں لولی پاپ رہنا چاہیے۔ اور اُسے چھٹی منانے اور کھیل تماشے میں مصروف رکھا جائے۔

صدر ایوب خان نے ایسا کیوں کیا؟ صرف ایوب خان نے نہیں کیا، پاکستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں، لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد آج تک اقتدار فوجی طالع آزماؤں اور سیاسی کھلاڑیوں کا معبود بنا ہوا ہے۔ وہ دن رات کرسی کا طواف کرتے ہیں اور اُس کے حصول کے لئے کسی اصول، ضابطے اور قانون کی پرواہ نہیں کرتے۔ بے شرمی اور ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ حصولِ اقتدار کے لئے جب وہ کوئی انتہائی غیر آئینی، غیر قانونی، غیر اسلامی، غیر اخلاقی اور بعض اوقات غیر انسانی قدم اٹھاتے ہیں تو اُسے قومی مفاد کا نام دے کر عوام کا سینہ چھلنی کر دیتے ہیں۔ اِس کی سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ماضی قریب میں غاصب پرویز مشرف نے جامعہ حفصہ ←

پر بربریت اور درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور 3 نومبر 2007ء کو انتہائی غیر آئینی قدم اٹھاتے ہوئے بھی کہا تھا لہٰذا 23 مارچ کے یوم جمہوریہ کو یوم پاکستان میں بدل دینا تو آج کوئی اتنا بڑا جرم ہی محسوس نہیں ہوتا۔

اگرچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غلبہ اور اقتدار انسان کی جبلی خواہش ہے لیکن ہمارے ہاں ایک اضافی مصیبت یہ بھی ہے کہ اقتدار کو دھن اور دولت جمع کرنے کا ذریعہ بھی سمجھا جاتا ہے۔ یہی ہے وہ بیماری جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس سے دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جب آپؐ سے پوچھا کہ اس زنگ کو دور کیسے کیا جائے تو آپؐ نے فرمایا: ((كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ)) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) ''موت کا کثرت سے ذکر کرو اور قرآن کی تلاوت کرو'' اور مفہوم اس کا یہ ہے کہ ہر وقت یاد رکھو کہ مجھے مرنا ہے اور جوابدہی کے لئے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے اور قرآن سے رہنمائی حاصل کرو کہ کیا کرنا ہے اور کس سے رکنا ہے۔ حکمرانوں سے عوام کی طرف اس بیماری کا سرایت کرنا فطری بات تھی۔ عوام کا معاملہ بھی یہ ہو گیا کہ دھن دھونس اور دولت کے لئے جس کا جو اختیار ہوتا ہے، وہ اُسے استعمال کرتا ہے۔ الا ماشاء اللہ اس مختصر حدیث پر عمل کرنا ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن کر سکتا ہے۔ جب ہم قرآن سے رہنمائی حاصل کریں گے اور یہ خوف ہمارے قلوب میں جاگزیں ہو جائے گا کہ ایک دن موت کا معین ہے، پھر پل پل کا حساب دینا پڑے گا۔ تو ممکن نہیں کہ بڑے سے بڑا مفاد ہمیں جھوٹ فریب اور دھوکہ کی طرف راغب کر سکے۔ ہمارے حکمران تاریخ سے عبرت کیوں حاصل نہیں کرتے؟ کس حکمران کا جھوٹ، دھوکہ، فریب اور منافقت اُس کو انجام بد سے بچا سکی۔ عوام بھی حضور ﷺ کی حدیث اعمالکم عمالکم پر غور کریں۔ اگر عوام اپنے اعمال مین تبدیلی نہیں لائیں گے اور دنیا ہی اوّل و آخر اُن کا ہدف ہو گی تو ایسے ہی حکمران اُن پر مسلط رہیں گے۔ جو کہیں گے کہ وعدہ قرآن اور حدیث تو نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہمارا اولین فرض یہ ہے کہ ہم پہلے خود حقیقی مسلمان بنیں اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ حکمرانوں کا دائرہ اختیار بہت وسیع ہوتا ہے۔ لہٰذا اُن کا احتساب بھی کڑا ہو گا اور باریکی سے ہو گا لیکن بری الذمہ کوئی بھی نہیں۔ ظاہراً 23 مارچ کو یوم جمہوریہ سے یوم پاکستان میں بدل دینا قوم کے ساتھ کوئی بہت بڑا ظلم نہیں لیکن جھوٹ اور بددیانتی کی بنیاد فراہم کی اور اب یہ شجر خبیثہ (یعنی جھوٹ، فریب، مکاری، بدعہدی اور کرپشن وغیرہ) تناور ہو چکا ہے۔

اے خدا!

پروفیسر محسن احسان

اے خدا میرے کئی دشمن ہیں
اے خدا یہ مرے باہر بھی ہیں اندر بھی ہیں
اے خدا ایسے کئی ہیں کہ جو ہتھیار اٹھائے ہوئے
ہر وقت مرے گھر کی طرف دیکھتے ہیں
ان کی آنکھوں سے وہ بارود دہکتا ہے کہ جو
میرے ماحول کی شاداب فضاؤں کو بھسم کر دے گا
ان کے ہونٹوں سے وہ زہراب ٹپکتا ہے کہ جو
میرے دریاؤں کو آلودۂ سم کر دے گا
ان کے ہاتھوں میں حقارت کا جو تیشہ ہے
مرے سرو صنوبر کو قلم کر دے گا
ان کی توپوں کی دھمک
سرحدوں پر مری ہر لحظہ ڈراتی ہے مجھے
کتنے اندیشوں کا آئینہ دکھاتی ہے مجھے
اے خدا میرے کئی دشمن ہیں
اے خدا یہ مرے باہر بھی ہیں اندر بھی ہیں
اے خدا جو مرے اندر کے ہیں دشمن
میں انہیں جانتا ہوں
ان کی ہر چال کو پہچانتا ہوں
اپنا قاتل انہیں گردانتا ہوں
میرا دشمن وہ تعصب ہے جو ذہنوں میں جواں ہوتا ہے
اور باتوں سے عیاں ہوتا ہے
میری دشمن ہے وہ دہشت جو مکانوں کی بلندی کا بھرم کھوتی ہے
ان آرائشوں میں بولتی ہے
اور میزوں پہ رکھی فائلوں پر ڈولتی ہے
میرا دشمن ہے وہ قانون جو شہ زور کے ہاتھوں میں
کھلونے کی طرح ہوتا ہے
اور دہلیزِ عدالت پہ لہو روتا ہے
میرا دشمن ہے وہ انصاف جو اعلان سے کچھ پہلے ہی بک جاتا ہے
اور منصف کا قلم شرم سے جھک جاتا ہے
میرا دشمن ہے وہ نشہ جو جواں نسل کی رگ رگ میں
اندھیرے کی طرح گھلتا ہے
اور میزان زر و سیم پہ ڈالر کے عوض تلتا ہے
میری دشمن ہے وہ بندوق کہ جو لوح و قلم کے بدلے
مدرسوں میں مرے در آنہ چلی آئی ہے
چور بازاری، الزام طرازی دشمن
اقربا پروری و خویش نوازی دشمن
صحن مسجد کا ریاکاری نمازی دشمن
اے خدا میرے کئی دشمن ہیں
اے خدا یہ مرے باہر بھی ہیں اندر بھی ہیں
اے خدا مجھ کو تب و تاب دے اور حوصلہ دے
کہ میں ان دشمنوں کے سامنے اک کوہ گراں بن جاؤں
آگ برسائے جوان پر وہ زباں بن جاؤں
اے خدا تجھ سے یہ وعدہ ہے مرا
میں کوئی چال عدو کی نہیں چلنے دوں گا
میں تعصب کو دلوں میں نہیں پلنے دوں گا
زہر آلود کوئی شاخ نہ پھلنے دوں گا
اپنی آزادی کا خورشید نہ ڈھلنے دوں گا

سوات میں نفاذِ شریعت

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[قرآنی آیات کی تلاوت اور ادعیہ ماثورہ کے بعد]

سوات میں نفاذ شریعت کا مطالبہ حکومت نے تسلیم کر لیا ہے اور اس سے وہاں امن و امان کا امکان پیدا ہوا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ مختلف حلقوں کی جانب سے حکومت سے بار بار یہ مطالبہ کیا جاتا رہا ہے کہ پارلیمنٹ کے فیصلے کے مطابق وہاں فوجی کارروائی ختم کرے کیونکہ اس سے سب سے زیادہ نقصان عام بے گناہ شہریوں کا ہو رہا تھا۔ ایک حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ فتنہ ایسا ہوگا کہ نہ مارنے والے کو پتہ ہوگا کہ میں کیوں مار رہا ہوں اور نہ قتل ہونے والے کو پتہ ہوگا کہ مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے۔

سوات میں روزانہ اتنے آدمی مر رہے تھے اور اصل فسادیوں کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آتی تھی کہ کس کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ اس ساری صورت حال کا ماسٹر مائنڈ امریکہ اور دراصل یہود ہیں۔ وہ ایک سازش کے تحت افغانستان میں آئے ہیں اور پاکستان کو دونوں طرف سے شکنجے میں جکڑنا چاہتے ہیں۔ الحمد للہ کہ بالآخر یہ امن معاہدہ ہوا اور نفاذ شریعت کا مطالبہ مان لیا گیا۔

یہ کوئی نامناسب مطالبہ نہیں تھا جس کے لیے ہزاروں افراد کا قتل کرنا پڑا ہے۔ مطالبہ کرنے والے بھی مسلمان تھے اور جن سے مطالبہ کیا جا رہا تھا وہ بھی مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں۔ سوات اور اس سے ملحقہ علاقوں میں انگریز نے بھی شرعی عدالتیں قائم کی تھیں۔ مقامی سطح پر آپس کے جھگڑوں کو نمٹانے کے لیے ایک شرعی کھڑکی کھول دی تھی۔ تاہم اگر کوئی معاملہ انگریز یا اس کے نظام کے خلاف ہوتا تو وہ اپنی عدالت ہی کو بنیاد بناتے تھے۔ ان علاقوں میں پاکستان بننے کے بعد بھی 1969ء تک شرعی عدالتیں قائم تھیں۔ اب یہ معاہدہ ہو گیا ہے تو ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے کو آگے بڑھائے اور یہ تجربہ کامیاب ہو۔ جو قوتیں پاکستان اور اسلام کے خلاف ہیں اور اس خطے میں بہت زیادہ سرگرم عمل ہیں، وہ اس میں کوئی نہ کوئی رخنہ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کریں گی۔ اب تک جو کچھ ہوا ہے، اس کے ذریعے انہوں نے ایک ٹارگٹ حاصل کیا ہے۔ میڈیا کے ذریعے انہوں نے یہ ثابت کر دیا اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی کہ لفظ "طالبان" کا مطلب اُجڈ، گنوار، جاہل، جنگلی ہے۔ دراصل جب طالبان نے افغانستان میں امن و امان اور عدل و انصاف قائم کر کے دکھایا تو دنیا پریشان ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس لفظ طالبان کو ایک منصوبہ کے تحت بدنام کیا گیا ہے۔ بہرکیف شریعت کے نفاذ کا جزوی مطالبہ پورا کر دیا گیا ہے۔ یہ مطالبہ جزوی اس حوالے سے تھا کہ اس کے نتیجے میں ابھی صرف باہمی جھگڑوں کے تصفیے کے لیے شرعی عدالتیں قائم ہوئی ہیں۔ وہ بات آگے کی ہے کہ سود حرام ہے اور ہمارے ملک کی معیشت حرام پر چل رہی ہے۔ ان شاء اللہ بات آگے بڑھے گی۔

سوات کے حالات کا جائزہ لینے اور اس علاقے کے لوگوں کے تاثرات و کیفیات جاننے کے لیے تنظیم اسلامی کا ایک وفد وہاں گیا تھا۔ خوش قسمتی سے صوفی محمد صاحب سے براہ راست ملاقات بھی ہو گئی۔ ہمارے وفد کے جو تاثرات ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

اوّل یہ کہ واقعتاً وہاں کے عوام میں اس وقت انتہائی خوشی و مسرت کی کیفیت ہے کہ ہمارا ایک دیرینہ مطالبہ مان لیا گیا۔ جمہوریت اسی شے کا نام ہے کہ لوگوں کو ان کا حق دیا جائے۔ اس وقت صوفی محمد صاحب خود بھی اور بظاہر سرحد حکومت بھی پورے خلوص کے ساتھ اور مثبت انداز میں اس معاہدے پر عمل درآمد کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ مسئلہ اصل میں اوپر کا ہے۔ صوبہ کے اندر ہی ہماری بیوروکریسی میں وہ سیکولر عناصر بھی موجود ہیں جو اس سارے معاملے کو تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ اس قسم کے جواز تلاش کر رہے ہیں کہ یہ صرف اقتدار کی جنگ ہے، اور کچھ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں شریعت پسند نہیں۔ تاہم سوات کی ایک عظیم اکثریت اس حوالے سے بہت خوش ہے۔ یہ وقتِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تجربے کو کامیاب کرے اور سازشی عناصر کو ناکام بنا دے۔

چند ماہ پہلے "نوائے وقت" میں جنرل (ر) اسلم بیگ کا کالم شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے لکھا کہ سابق صدر مشرف نے سوات اور باجوڑ کے علاقہ میں سی آئی اے اور موساد کو، جو کہ پاکستان اور اسلام کی سخت ترین دشمن ہیں، کھلی چھوٹ دے رکھی تھی جبکہ آئی ایس آئی کو لگام دے کر رکھا۔ چنانچہ ان اسلام دشمن ایجنسیز کی جڑیں وہاں پر پوری طرح قائم ہیں جبکہ ہماری حکومت بھی امریکہ کے ایجنڈے ہی پر عمل پیرا ہے۔ ان حالات میں ایسے عناصر کی پوری کوشش ہو گی کہ وہ اس تجربے کو ناکام بنا دیں، اس لیے کہ اگر یہ کامیاب ہو گیا تو پھر اس پورے خطے میں امریکہ کے لیے کوئی مقام نہیں ہو گا۔ اس معاہدے کے خلاف سب سے زیادہ بولنے والوں میں سب سے پہلے امریکہ، اس کے بعد نیٹو، پھر صدر حامد کرزئی

> **شریعت کا نفاذ دشمنانِ اسلام کے عزائم کے آگے رکاوٹ ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی قوت ان سب سے اوپر ہے۔ پروردگار ان کی سازشوں کو ناکام بنا دے اور پورے ملک میں دینِ حق کی بالادستی قائم کرے**

اور نمبر چار پر بھارت ہے۔ یہ سب ہمارے اور اسلام کے بدترین دشمن ہیں۔ شریعت کا نفاذ ان کے عزائم کے آگے رکاوٹ ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی قوت ان سب سے اوپر ہے۔ اس لیے ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ پروردگار ان کی سازشوں کو ناکام بنا دے اور یہاں سے جس عمل کا آغاز ہو رہا ہے، وہ آہستہ آہستہ اس انداز سے بڑھے کہ پورے ملک میں دین حق کی بالادستی ہو۔

نفاذ شریعت کی اہمیت کیا ہے؟ دین حق کے غلبے کا تصور کیا ہے؟ نفاذ شریعت سے اصل مراد کیا ہے؟ کیا نچلی سطح پر لوگوں کے باہمی تنازعات حل کرنے کے لیے شرعی عدالت قائم کرنے سے نفاذ شریعت کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے جبکہ اوپر رومن لاء قائم رہے؟ یہ وہ کچھ علمی سوالات ہیں جو اس وقت لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ ایک بڑا حساس اور نازک موضوع ہے۔ نفاذ شریعت کی اصطلاح بہت استعمال کی جاتی ہے۔ ایک زمانے میں شریعت بل بھی پیش کیا گیا تھا۔ مختلف لوگوں کے ذہنوں میں اس کے مختلف تصورات ہیں۔ شریعت کے نفاذ کی ایک صورت انگریز کے زمانے میں قائم کردہ شرعی عدالتیں تھیں۔ اس نے ایک حکمتِ عملی کے تحت یہاں کے لوگوں کو قابو رکھنے کے لیے کچھ آزادیاں دے دی تھیں۔ اسی میں ایک معاملہ یہ بھی تھا کہ مقامی سطح پر آپس کے جھگڑے نمٹانے کے لیے شرعی عدالت قائم کی گئی۔ ہماری دینی اصطلاح میں اسے فصل خصومات کہتے ہیں۔ چنانچہ انگریز کے دور میں شرعی عدالتوں کے علاوہ جرگے بھی موجود تھے، جہاں قبائلی رسوم و رواج کے مطابق فیصلے کیے جاتے۔ ان سب سے اوپر انگریزی عدالتیں تھیں۔ نچلے درجے کی عدالتوں کا ایک کام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے باہمی تنازعات نمٹاتی ہیں۔ شراب حلال ہے یا حرام، شراب خانہ قائم کیا جا سکتا ہے یا نہیں، عصمت فروشی کی اجازت ہے کہ نہیں، ریاست کا نظام معیشت سودی ہو گا یا غیر سودی، ایسے تمام امور ان عدالتوں کے دائرہ اختیار سے باہر ہوتے ہیں۔

شریعت اصل میں زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے۔ شرع کہتے ہیں راستے اور طریقہ کو۔ شریعت الٰہی سے مراد اللہ کا دیا ہوا راستہ۔ اس کا مقرر کردہ ضابطہ ہے کہ یہ زندگی کیسے گزارنی ہے۔ اس اصطلاح کو لوگوں نے اپنے اپنے انداز سے کبھی محدود اور کبھی وسیع تر معنی میں استعمال کیا۔ اس کے مفہوم میں بہت وسعت موجود ہے۔ اگر پوری انفرادی و اجتماعی زندگی اور تمام حکومتی و ریاستی معاملات میں قرآن و سنت کو بالاتر کر دیا جائے تو یہ نفاذ شریعت کی اعلیٰ ترین سطح ہے۔ اگر ایسا ہو تو پھر یہ لازم ہو گا کہ آئین پاکستان کی ایسی تمام دفعات کو تبدیل کیا جائے جو قرآن و سنت کے منافی ہیں۔ جب جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء کی شکل میں اسلام کا پرچم اٹھایا تھا تو اپنے اقتدار کے تیسرے یا چوتھے سال وفاقی شرعی عدالت قائم کی۔ یہ اپنی جگہ ایک مستحسن قدم تھا لیکن اس عدالت پر کئی پابندیاں تھیں اور اس کا دائرہ کار نہایت محدود کر دیا گیا تھا۔ آئین میں شامل کئی دفعات کو یہ چھیڑ نہیں سکتی تھی۔ یہ قرآن و سنت کی بالادستی ہرگز نہیں ہے۔

نفاذ شریعت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اسلامی حدود اور تعزیرات کا نفاذ ہو۔ اسلامی قانون میں جن جرائم کی سزا موجود ہے، ان کو نافذ کیا جائے۔ حدود اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہ سزائیں حتمی طور پر طے شدہ ہیں۔ ان پر عمل درآمد کا معاملہ آپس کے جھگڑوں کے تصفیے سے آگے بڑھ کر ایک درجہ اوپر کی بات ہے۔ اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حوالے سے بھی کچھ قوانین نافذ کر دیے جائیں تو یہ وہ سطح ہے جو آج کسی حد تک سعودی عرب کے اندر رائج ہے۔ انہوں نے کچھ ایسی سزائیں تو نافذ کر دیں جن کا تعین حدود اللہ میں ہو چکا ہے لیکن ایسے کام اور جرائم جنہیں شریعت میں گناہ کہا گیا لیکن ان کی سزا طے نہیں کی گئی، ان پر وہاں کوئی پابندی نہیں۔ یہ بھی شریعت کا ایک محدود تصور ہے۔ مثلاً سود کی حرمت کے حوالے سے قرآن

پریس ریلیز — **20 مارچ 2009ء**

آزاد عدلیہ کی بحالی مسلمانان پاکستان پر اللہ کی خصوصی رحمت کا مظہر ہے

دشمن کے عزائم کو ناکام بنانے کے لیے ہمیں دعا کے ساتھ ساتھ اللہ کی مدد کے حصول کے لیے دین سے وفاداری کی روش اختیار کرنا ہوگی

حافظ عاکف سعید

آزاد عدلیہ کی بحالی مسلمانان پاکستان پر اللہ کی خصوصی رحمت کا مظہر ہے۔ پاکستان اپنے قیام کے وقت سے اب تک مسلسل بحرانوں کی زد میں رہا ہے اور اللہ نے ہر بار اپنی رحمت سے اس مشکل کو دور کر دیا ہے۔ ان عنایتوں پر ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے حالیہ بحران کو ٹال کر ہمیں جو مہلت دی ہے اس پر شکر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ کی وفاداری اختیار کریں اور ملک میں اسلامی نظام قائم کریں کیونکہ ہمارے تمام مسائل کا حل اسی نظام کے قیام میں پوشیدہ ہے۔ اس سے قبل ہم سوات اور قبائلی علاقہ جات میں ایک بڑے بحران سے نکلے ہیں اور وہاں اسلامی نظام کے قیام کی صورت پیدا ہوئی ہے۔ سیاسی معاملات میں بھی ہارس ٹریڈنگ سے نفرت دکھا کر سیاستدانوں نے بالغ نظری کا ثبوت دیا ہے۔ ان تمام معاملات سے امید ہے کہ خیر کے دروازے کھلنے کا سلسلہ شروع ہو گا۔ تاہم دوسری طرف دشمنان اسلام پاکستان کو کمزور سے کمزور تر کرنے کے لیے اپنی سازشوں میں مصروف ہیں۔ دشمن کے عزائم کو ناکام بنانے کے لیے ہمیں دعا کے ساتھ ساتھ اللہ کی مدد کے حصول کے لیے دین سے وفاداری کی روش اختیار کرنا ہوگی۔ اگر ہم اللہ کی بجائے امریکہ کی وفاداری کو اپنا شعار بنائے رکھیں گے تو کب تک اللہ کے عذاب سے بچیں گے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

وحدیث میں سخت ترین الفاظ موجود ہیں لیکن اس پر کوئی حد جاری نہیں کی گئی۔ اسی طرح از روئے قرآن، جادو ٹونا بہت بڑا گناہ ہے لیکن اس پر کسی حدود اللہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ خرابیاں تو اس وقت ختم ہوں گی جب اسلامی نظام پورے طور پر قائم ہوگا۔ آخری سطح پر نفاذ شریعت کا تصور یہ ہے کہ پورا نظام مکمل طور پر اللہ ہی کا ہو۔ جھگڑے بھی اللہ کے قانون کے مطابق نمٹائے جا رہے ہوں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا پورا نظام بھی اللہ کے بتائے ہوئے منکر و معروف کے مطابق ہو اور پورا حکومتی ڈھانچا بھی شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہو۔

ہمارا دین ہر سطح پر عدل چاہتا ہے۔ اس کی ایک سطح تو مقامی طور پر پیدا ہونے والے جھگڑوں کو حل کرنے کی ہے لیکن عدل کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دولت کی تقسیم کے غیر منصفانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ پورے ملک کے وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو۔ ہر فرد کے لیے یکساں مواقع ہوں۔ دولت کا ارتکاز نہ ہونے پائے۔ سرمایہ داری نہ ہو، سرمایہ کاری ہو۔ ایسے نظام کا قیام محض کتابی یا علمی بات نہیں ہے بلکہ یہ دور خلافت راشدہ کی شکل میں اسی زمین پر قائم ہوا تھا۔ لوگوں نے اس کی برکات کا مشاہدہ کیا تھا۔ سیاسی سطح پر قرآن وسنت کی بالادستی ہو تو مسلمانوں کا حاکم وہ صاحب امر ہوتا ہے جس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کرنا ہے۔ اگر وہ یہ کام نہیں کر رہا تو اُسے امارت کا کوئی حق نہیں۔ جو سید القوم ہے، وہ قوم کا خادم ہے۔ وہ ہر عدالت کے سامنے جوابدہ ہے۔ معاشرتی سطح پر عدل سے مراد یہ ہے کہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ نسل، رنگ، زبان، علاقہ کی بنیاد پر کسی کو کوئی برتری نہیں۔ سب برابر ہیں۔ عدل کے ساتھ ساتھ ان اقدار کو آگے بڑھایا جائے جن سے انسان کے شرف انسانیت اور روحانیت کو تقویت حاصل ہو۔ انہی کی بنیاد پر انسان مسجود ملائک قرار پایا۔ لہٰذا وہ تمام چیزیں جو انسان کو شرف انسانیت سے محروم کرنے والی ہوں اور جو اس کی اُخروی کامیابی کے راستے کی رکاوٹ ہوں، وہ سب بھی حرام ہیں۔ اسلامی نظام میں ان چیزوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب اس تناظر میں دیکھیے کہ پاکستان کس لیے بنایا گیا تھا۔ وہ اسلامی نظام کہاں ہے جس کے کچھ خدوخال ابھی بیان کیے گئے ہیں؟ پاکستانی معاشرے میں اور ہندو معاشرے میں کیا فرق ہے؟ سود وہاں بھی ہے اور یہاں بھی ہے۔ جوا اور سٹہ وہاں بھی ہے، یہاں بھی ہے۔ کاروبار میں ارتکاز دولت کی ساری صورتیں وہاں بھی ہیں، یہاں بھی ہیں۔ بے حیا تہذیب وہاں بھی ہے، یہاں بھی ہے۔ معاشرتی بے انصافی وہاں بھی ہے، یہاں بھی ہے۔

> **ہمارا دین ہر سطح پر عدل چاہتا ہے۔ عدل کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دولت کی تقسیم کے غیر منصفانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ پورے ملک کے وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو۔ ہر فرد کے لیے یکساں مواقع ہوں**

اسلامی نظام اپنی مکمل صورت میں تو جب آئے گا تو آئے گا تاہم فصل خصومات کے حوالے سے بھی سورۃ النساء کی آیات میں اس کی اہمیت آئی ہے۔ ہجرت کے بعد جب نبی اکرم ﷺ اور مسلمان مدینہ پہنچے تو وہاں ان کی ایک بہتر پوزیشن تھی۔ نبی اکرم ﷺ کو وہاں مقامی طور پر اختیارات حاصل تھے۔ یہود کو تو میثاق مدینہ کے اندر باندھ کر پابند کر لیا گیا تھا۔ جتنا جتنا اختیار مسلمانوں کو مل رہا تھا، اسی کی نسبت سے تدریج کے ساتھ شرعی احکامات آ رہے تھے۔ اس عرصے کے دوران حضور ﷺ کی ایک مرکزی حیثیت تھی۔ آپؐ رسول بھی ہیں، اور ایک اعتبار سے تمام مسلمانوں کے سربراہ بھی ہیں۔ اس دوران یہودیوں کی اپنی عدالتیں بھی چل رہی تھیں۔ چنانچہ وہاں یہ ہونے لگا کہ منافقین اپنے بعض مقدمات نبی اکرم ﷺ کی عدالت میں لانے کے بجائے یہود کی طرف لے جاتے تھے۔ انہیں معلوم ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کی عدالت میں جائیں گے تو فیصلہ عدل و انصاف سے ہوگا۔ وہ یہ نہیں دیکھیں گے کہ مسلمان کون ہے اور یہودی کون جبکہ یہود کی عدالتوں میں رشوت بھی چلتی تھی، سفارش بھی کام آتی تھی۔ اب دو عدالتیں چل رہی تھیں، ایک یہود کی اور ایک مسلمانوں کی۔ قرآن مجید میں منافقین کے اس طرز عمل کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

سورۃ النساء میں فرمایا گیا:

﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ ؕ وَیُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّہُمۡ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۶۰﴾﴾

”کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں۔ اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ اُن کو بہکا کر راستے سے دُور ڈال دے۔“

لہٰذا فصل خصومات کے حوالے سے مدینہ میں بھی عدالت قائم ہوئی تھی، اگرچہ ابھی مکمل طور پر دین کا غلبہ نہیں ہوا تھا۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں کو جو بھی حیثیت حاصل تھی، اس میں مقدمات نمٹانے کی حد تک شرعی عدالت قائم تھی۔ اگر کوئی شخص اس عدالت کو چھوڑ کر کہیں اور جا رہا ہے تو قرآن میں اس کے ایمان کی نفی کا فیصلہ کر دیا گیا۔

سورۃ النساء ہی میں فرمایا گیا:

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَہُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا ﴿۶۴﴾﴾

”اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔ اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسولؐ (خدا) بھی اُن کے لیے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔“

رسول اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے، اس کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔ اس سے آگے فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَیُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ﴿۶۵﴾﴾

”تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔“

رسول کے فیصلے پر اگر اپنے دل میں بھی گھٹن محسوس ہوئی تو یہ ایمان کی نفی ہے۔ یہ ہے مقام رسالت!

بہرحال اس وقت بھی شرعی عدالت کی موجودگی میں کسی اور عدالت کو جانا گویا کہ اپنے ایمان کی نفی کر دینا ہے۔ اس سے بڑھ کر ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اگر شریعت بالادست نہیں ہے اور ہم مطمئن ہیں تو ایمان کے اعتبار سے ہم کہاں کھڑے ہیں!

(تلخیص: محمد خلیق)

والدین کے حق میں اولاد کی ذمہ داریاں

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ماں باپ اپنی اولاد کے ساتھ حد سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو وہ اُن کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں۔ اگر بچہ بیمار ہو جائے تو وہ بے چین ہو جاتے ہیں اور دوا دارو لے کر اُس کا علاج کراتے ہیں۔ اپنے بچوں کو اچھی سے اچھی غذا کھلاتے ہیں۔ موسم کے مطابق موزوں لباس پہناتے ہیں۔ جب بچے سکول جانے کے قابل ہوتے ہیں تو انہیں اچھے سے اچھے سکول میں داخل کرواتے اور بڑی بڑی فیسیں ادا کرتے ہیں۔ الغرض بچوں کی ہر ضرورت اور خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں، والدین کی محبت فطری تقاضا ہے۔ چنانچہ اس جذبے کے تحت کبھی کبھی والدین کو اولاد کے نامعقول مطالبے بھی ماننا پڑتے ہیں۔ والدین اولاد کی پرورش میں بڑی مشقت اور تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ بچے بڑے ہو کر اپنے والدین کی عزت اور خدمت کریں اور اُن کے آرام اور راحت کا خیال رکھیں۔ اُن کی ضروریات پوری کریں۔ والدین بھی بجا طور پر یہ امید رکھتے ہیں کہ اُن کے بچے بڑے ہو کر اُن کے خدمت گار ہوں گے اور بڑھاپے میں ان کا سہارا بنیں گے۔

منطقی طور پر والدین اس بات کے مستحق ہیں کہ اُن کی اولاد اُن کے لئے سکھ اور سکون فراہم کرے۔ اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، نرمی سے بات کرے۔ والدین بوڑھے ہو جائیں تو اُن کی خدمت کرے۔ ضروریات پوری کرے اور اُن کے ساتھ تند و تلخ انداز میں بات نہ کرے۔ والدین کے حقوق کی ادائیگی اولاد پر اس درجہ ضروری ہے کہ قرآن مجید میں جہاں توحید پر ایمان اور شرک کی ممانعت کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے اور سخت رویہ اپنانے سے روکا گیا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں حقوق والدین کے سلسلہ میں اللہ کا حکم اس طرح ہے۔ ”اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ اے پروردگار اُن دونوں پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے (رحمت اور شفقت کے ساتھ) مجھے پالا (آیت 23 تا 25) اسی طرح سورۃ القمان میں ذکر ہے کہ اللہ کے شکر گزار بنو اور والدین کا بھی شکریہ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو“۔ (آیت:14)

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس ضمن میں واضح ہدایات دی ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے باپ کی شکایت کی اور کہا کہ میرے باپ نے میرا مال چھین لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسے گدی سے پکڑ کر اس کے باپ کے حوالے کر دیا اور فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ (ابوداؤد)

قرآن کریم میں جہاں اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس میں سب سے پہلے والدین پر خرچ کا ذکر ہے۔ بعد ازاں دوسرے مستحقین کا۔ اللہ فرماتا ہے: ”(اے نبیؐ) کہہ دیجئے جو مال خرچ کرنا چاہو وہ والدین کے لئے ہے۔ قریبی رشتہ داروں کے لئے، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اور جو بھلائی تم کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے“ (البقرہ:215)۔ ماں باپ کی خدمت اس قدر ضروری ہے کہ اس کو جہاد میں شرکت پر بھی فوقیت دی گئی ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد پر جانے کی خواہش کی۔ آپؐ نے پوچھا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے کہا ہاں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، تو پھر ان کی خدمت اور راحت رسانی میں لگ جاؤ (یہی تمہارا جہاد ہے)۔ (سنن ابی داؤد)

چونکہ اولاد کی پرورش میں ماں، باپ سے زیادہ مشقت اٹھاتی اور تکلیفیں جھیلتی ہے۔ اس لئے ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ”تیری ماں“۔ اُس نے پوچھا اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا: ”تیری ماں“ اُس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: ”تیری ماں“ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ”تیرا باپ“ (متفق علیہ) گویا ماں کا حق اولاد پر باپ کے حق سے تین گنا زیادہ ہے۔ مسند احمد اور سنن نسائی میں وہ مشہور حدیث وارد ہوئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

والدین کی خدمت کرنے والا ماں باپ کا دل خوش کرتا اور اُن کی پرخلوص دعائیں لیتا ہے۔ اُس کے اس عمل سے رب العالمین بھی راضی ہوتا ہے اور جس شخص کا والد اُس کے رویے سے ناراض ہو، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، اللہ کی رضا والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے (جامع ترمذی)

والدین کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے اور اُن کی خدمت کرنے کا حکم اللہ نے قرآن مجید میں دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں بھی اس کی تاکید کی گئی ہے۔ پس جو شخص اللہ کے حکم کو نظر انداز کرتا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو پس پشت ڈال کر ماں باپ کے ساتھ سخت لہجے میں بات کرتا ہو۔ اُن کے لئے تکلیف اور اذیت کا باعث بنتا ہے اُن کو اپنے رویے سے ناراض کرتا ہو اُس کی بدبختی میں کوئی شک نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ”وہ دونوں تمہاری جنت ہیں یا دوزخ ہیں (سنن ابن ماجہ) یعنی ماں باپ کی خدمت کرنے والا جنت پائے گا اور جو ان کو ناراض کرے گا اور ستائے گا، وہ جہنم رسید ہوگا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ذلیل و خوار ہوا، ذلیل و خوار ہوا، ذلیل خوار ہوا۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کون؟ آپؐ نے فرمایا: وہ بدنصیب جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور پھر جنت حاصل نہ کر سکے۔ (صحیح مسلم)

جو لوگ ماں باپ کے حقوق کی کما حقہ ادائیگی نہ کر سکے ہوں یا جنہوں نے جہالت اور نادانی میں ماں باپ کو

آزردہ خاطر کیا ہو اور ماں باپ فوت ہو چکے ہوں اور اب وہ اپنے کئے پر شرمندہ اور پریشان ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے فوت شدہ والدین کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کرتا رہے۔ اس طرح اُس کی خطاؤں کی تلافی ہو جائے گی۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: ”اولاد اپنے والدین کے انتقال کے بعد ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت اور بخشش کی استدعا کرتی رہے تو اللہ تعالیٰ اس نافرمان اولاد کو فرمانبردار قرار دے دیتا ہے۔“ (شعب الایمان للبیہقی)

خود قرآن مجید میں والدین کے حق میں مانگنے والی بڑی جامع، مختصر اور پیاری دُعا جو سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے، اس طرح ہے: ﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ (آیت 25) ”اے میرے پروردگار اُن دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے (رحمت اور شفقت کے ساتھ) پالا“۔

یورپ کی مادی برتری کی وجہ سے مسلمان مرعوب ہو کر رہ گئے ہیں اور ہر معاملے میں اُن کی پیروی کرنے میں آسودگی محسوس کرتے ہیں۔ اُن کے ہاں پردہ نہیں تو ہماری عورتیں بھی پردے کو پسند نہیں کرتیں حالانکہ عورتوں کے لئے پردہ کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے۔ اسی طرح مغربی ممالک میں ماں باپ کے عزت و احترام اور خدمت کا کوئی سوال نہیں۔ وہاں بوڑھے ماں باپ کو بے یار و مددگار گھر سے نکال دیا جاتا ہے اور وہ سرکاری پناہ گاہوں میں جا پڑتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی ہمارے ہاں بھی یہ رسم آ رہی ہے کہ ماں باپ بوڑھے ہو جائیں۔ یعنی کام کاج کے قابل نہ رہیں تو اُن کا بوجھ اٹھانے کی بجائے انہیں گھر سے فارغ کر دیا جائے اور خود آزادی سے زندگی گزاری جائے۔ یہ انداز سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ایسا کرنے والے اس ضمن میں اللہ اور اس کے رسول کی واضح تعلیمات کو چھوڑ کر گمراہی میں پڑ رہے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ والدین تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اُن کا وجود سراسر رحمت کا باعث ہے۔ خصوصاً جن لوگوں کو اپنے عمر رسیدہ ماں باپ کی خدمت کرنے کا موقع مل رہا ہے، اُن کی خوش بختی کی تو کوئی انتہا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”جو نیک بیٹا ماں باپ کی طرف رحمت اور شفقت کی نظر دیکھے اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے۔“ (بیہقی) پس والدین کے وجود کو غنیمت جان کر اُن کی خدمت میں لگ جانا واقعی بڑی خوش قسمتی ہے۔ اور اُن کے حقوق کو پس پشت ڈالتے ہوئے اُن کو ناراض کرنا، بے ادبی کرنا، ان کی ضروریات پوری نہ کرنا، بلکہ اُن کو تکلیف دینا، خالق و مالک کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

✿✿✿✿✿

یادِ رفتگاں

اباجان کی یاد میں

بنت سردار اعوان

وہ ایک اداس شام تھی جب میرے والدِ گرامی نے قرآن اکیڈمی کے ایک کمرے میں خاموشی سے اس دنیا کو خیر باد کہہ دیا۔ وہ کئی ماہ سے کینسر کے عارضے میں مبتلا ہو کر صاحب فراش تھے۔ چار سال قبل چیک اپ کرانے پر پتہ چلا کہ معمولی کینسر ہے۔ علاج معالجہ شروع ہوا لیکن ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ کے مصداق افاقے کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ بلکہ اس دوران گردے خراب، گھٹنوں کا درد، پیٹ کا درد، کمر کا درد بھی کچھ ہو گیا۔ بیماری کی اس آزمائش کے دوران وہ صبر و شکر کی تصویر بنے رہے۔ اور مشکل کی ان گھڑیوں میں والدہ نے اپنے آرام و سکون سے بے پرواہ ہو کر نہایت دل و جان سے اُن کی خدمت کی۔

دُکھ اور تکلیف میں بھی میں نے ابا جان کے منہ سے کوئی شکوہ شکایت نہ سنی بلکہ آخری دم تک اُن کی زبان پر اللہ اور رسول ﷺ کا نام جاری رہا۔ اپنی وفات سے دو روز قبل مجھ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ انسان سے کیا چاہتا ہے؟ میرے جواب پر مطمئن نہ ہوئے اور نفی میں سر ہلا دیا پھر تھوڑی دیر تک کچھ بولا نہ گیا قدرے طبیعت میں کچھ سکون ہوا تو کہنے لگے ”اللہ تعالیٰ انسان سے چاہتا ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں ظلم و ناانصافی ہو اُس کے خلاف جنگ کرو۔“

ابا جان ”اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ“ (اگر کسی سے محبت ہے تو صرف اللہ کے لئے اور اگر کسی سے بغض و عداوت ہے تو صرف اللہ کے لئے) کی عملی تصویر تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہیں بانی تنظیم اسلامی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور اُن کے خاندان کے لوگوں سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ اسی جذبہ نے انہیں آخری وقت تک تنظیم کا فکر پھیلانے کے لئے کوشاں رکھا۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور اُن کے اہل خانہ نے بھی ہر موقع پر اپنی وفاداری اور جانثاری کا ثبوت دیا۔ اور جس اپنائیت اور خلوص سے ابا جان کی تیمارداری اور مزاج پرسی کی اُس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

ابا جان ایک مخصوص نظم و ضبط کے عادی تھے، اصول کے وہ بہت پابند تھے۔ ہر کام وقت پر کرنا، اپنی ہر چیز کو ترتیب سے رکھنا، وقت پر کھانا، وقت پر اٹھنا، ہر کام میں نفاست اور وقت کی پابندی نے اُن کے معمولات کو ایک خاص رنگ اور ترتیب میں ڈھال رکھا تھا۔ سادگی اُن کے مزاج کا حصہ تھی۔ سادہ کھانا شوق سے کھاتے اور سادہ لباس پسند کرتے تھے۔ گھر کے کاموں میں بہت شوق سے ہاتھ بٹاتے۔ کبھی کبھار خود حلوہ تیار کر لیتے تھے۔ چائے تو بہت ہی عمدہ بناتے۔

ابا جان ہم بیٹیوں اور نواسے نواسیوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہیں جھوٹ سے سب سے زیادہ نفرت تھی۔ اپنی زندگی کے گزرے سالوں میں کوئی دن بھی ایسا نہ تھا جس دن ہم نے اُن سے کوئی نئی چیز نہ سیکھی ہو۔ چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ پر بھی غور و فکر کے بعد مشورہ دیتے۔ اُن کی بہت خواہش تھی کہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کروں۔ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ میں نے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے کیسٹ اور کتابچوں کی مدد سے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا شروع کر دیا ہے۔

ابا جان ایک شجر سایہ دار تھے جس کی گھنی ٹھنڈی چھاؤں ہمارے لئے جائے پناہ، جائے عافیت تھی۔ پیچھے مُڑ کر دیکھتی ہوں تو یوں لگتا ہے کہ درخت، سائبان، بادل، چھت چھاؤں دینے والی ہر چیز غائب ہو گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ، لحہ لحہ، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت دے۔ (آمین)

مجھے کیا خبر تھی اصل میں وہ فرشتہ تھا
جو اک مسافر جو تھکا ہارا تھا مرے باغ میں

تنظیمی اطلاعات

☆ امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 مارچ 2009ء میں رفقاء کی آراء اور امیر حلقہ کی سفارش کو مدنظر رکھتے ہوئے مشورہ کے بعد جناب ممتاز بخت کو مقامی تنظیم پی بیوز کا امیر مقرر فرمایا۔

☆ امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 مارچ 2009ء میں رفقاء کی آراء اور امیر حلقہ کی سفارش کو مدنظر رکھتے ہوئے مشورہ کے بعد جناب ثاقب شفیع شیخ کو مقامی تنظیم کراچی سوسائٹی کا امیر مقرر فرمایا۔

☆ امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 مارچ 2009ء میں رفقاء کی آراء اور امیر حلقہ کی سفارش کو مدنظر رکھتے ہوئے مشورہ کے بعد جناب محمد ناصر کو مقامی تنظیم گجرات کا امیر مقرر فرمایا۔

اسلامی نظام کے لئے

دینی جماعتوں کی مربوط کوششوں کی ناگزیریت

محمد سمیع

محترم مفتی منیب الرحمٰن وطن عزیز کے معروف علماء میں سے ہیں اور انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ بیک وقت دینی اور عصری علوم کی حامل شخصیت ہیں۔ وہ درس نظامی کے علاوہ بی ایڈ، ایل ایل بی اور ایم اے اسلامک اسٹڈی کی سند بھی رکھتے ہیں اور ایک کالج میں پروفیسر کی حیثیت سے عام طلبہ نے ان سے استفادہ کیا ہے اور اب وہ کراچی میں دارالعلوم نعیمیہ کے مہتمم کی حیثیت سے علوم دین کے طلبہ کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک حالیہ انٹرویو میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "اگر ہم قول سے زیادہ عمل کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ کے پیکر بن کر دنیا کے سامنے اچھے کردار کا مظاہرہ کریں تو اس سے اسلام کا اچھا امیج بھی قائم ہوگا اور غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت بھی پھیلے گی۔ بدقسمتی یہ ہے کہ متعدد وجوہات کی بناء پر اسلام کی حرمت میں اضافہ نہیں ہو رہا۔ ہماری قدریں دیانت، شرافت، صداقت و شجاعت ہمارے کردار میں نظر نہیں آرہیں۔ تعلیمات رسول ﷺ کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اپنا کر اپنے اندر تبدیلی برپا کریں اور پھر دوسرے لوگوں میں بھی بھلائی کا پیغام عام کریں۔ بدقسمتی سے ہم مسلمان دنیا میں کوئی ایسا ملک یا خطہ قائم نہیں کر سکے جس کے ذریعے ہم دنیا والوں سے کہیں کہ یہ اسلام کا ماڈل نظام ہے۔ جس میں عدالتوں کا نظام منصفانہ ہو، تعلیم عام ہو، صحت کے بنیادی حقوق سب کو حاصل ہوں اور انسانیت کے لئے امن و آشتی بھی ہو۔ ہمیں چاہئے کہ پہلے اپنی ذات کی اصلاح کریں اور پھر ملک کے ساتھ مخلص ہو کر اس کی خدمت کریں۔ اس سے ہم دنیا کو اچھا پیغام دیں گے۔"

بات تو ان کی سو فیصد درست ہے کہ بدقسمتی سے ہم مسلمان دنیا میں کوئی ایسا ملک یا خطہ قائم نہیں کر سکے کہ دنیا والوں سے یہ کہیں کہ یہ اسلام کا ماڈل ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ بات مولانا محترم کے ذریعے پہلی مرتبہ سامنے آئی ہو۔ ملک کے معروف مفکر قرآن محترم ڈاکٹر اسرار احمد عرصے سے یہی بات کہتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن ہم جس اخلاقی زوال کا شکار ہیں، اس سے نکلے بغیر ہم یہ منزل نہیں پاسکتے۔ کیونکہ داعی اعظم ﷺ کی دعوت نے اگر لوگوں میں نفوذ کیا تھا تو اس کی اولین وجہ آپ ؐ کا اعلیٰ ترین اخلاق کا حامل ہونا تھا، جس کی گواہی سورۃ القلم میں اس طرح دی گئی: "بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں"۔ مشرکین مکہ میں اول اول اس دعوت کو پذیرائی حاصل نہ ہو سکی تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہیں حضور ﷺ کی شخصیت سے کوئی اختلاف تھا۔ وہ تو اس وقت بھی آپ ؐ کو صادق و امین کہہ کر مخاطب کرتے تھے، جب آپ ؐ منصب نبوت پر فائز بھی نہیں ہوئے تھے۔ خود حضور ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر لوگوں کو دین کی طرف بلانے سے قبل اپنی شخصیت کی صداقت کو تسلیم کروانے کے لئے فرمایا تھا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کی ایک فوج ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والی ہے تو کیا تم اس بات کو تسلیم کر لو گے۔ سب کا جواب اثبات میں تھا۔ مخاطبین میں سے کسی نے اس وقت آپ ؐ کی صداقت کو چیلنج نہیں کیا تھا اور کر بھی نہیں سکتا تھا۔

اب ہمارے اخلاقی زوال کا جائزہ لیں تو یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ کوئی ایسی برائی بھی ہے جو ہم میں من حیث القوم موجود نہیں۔ اسی حقیقت کو شہر کراچی کے ایک ممتاز عالم دین محترم مفتی تقی عثمانی نے ایک موقع پر اس طرح واضح کیا تھا کہ دنیا تو اسلام میں داخل ہونا چاہتی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ دروازے پر ہم بیٹھے ہیں۔ غیر مسلم جب ہمارے اخلاق و کردار کو دیکھتے ہیں تو اسلام کے بارے میں ایک غلط تاثر ان تک پہنچتا ہے۔ ہم مسلمان اس کرۂ ارض پر اللہ کے نمائندہ ہیں لیکن ہماری غلط نمائندگی نے نہ صرف اسلام کے رخ روشن پر پردہ ڈال رکھا ہے بلکہ ہم خود عالمی سطح پر ذلت و خواری و زبوں حالی کا شکار ہیں۔ جو لوگ احیائے دین کے لئے کوششیں کر رہے ہیں ان کے سامنے نہ صرف معاشرے کی مجموعی صورتحال رکاوٹ بنی ہوئی ہے بلکہ خود یہ لوگ چونکہ اسی معاشرے میں رہتے ہیں، لہٰذا ان کا اخلاق و کردار بھی ویسا مثالی نہیں جیسا کہ داعی دین کا ہونا چاہئے۔ لہٰذا مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہو رہے۔ یہ لوگ معاشرے سے کٹ کر احیائی تحریکوں کا حصہ تو بن جاتے ہیں لیکن دنیا ان کے پیروں سے چمٹی رہتی ہے اور ان کے لئے اس کی گرفت سے نکلنا دشوار ہوتا ہے۔

جہاں تک کسی ملک یا خطہ کو اسلام کا ماڈل بنا کر پیش کرنے کی بات ہے تو واقعہ یہ ہے کہ وطن عزیز کو اس کا سب سے زیادہ حق ہے کہ اسے اسلام کا ماڈل بنا کر پیش کیا جائے، کیونکہ یہ دنیا کی واحد مسلم مملکت ہے جس کا خمیر ہی اسلام کے نعرے سے اٹھا ہے۔ بانی پاکستان بھی ایسا ہی چاہتے تھے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم ایک آزاد خطۂ زمین اس لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اسے اسلام کے حریت و اخوت و مساوات پر مبنی ایک اسلامی ریاست کا نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہم ایسا نہ کر سکے۔ ہم جو اس لئے پیدا کئے گئے تھے کہ دنیا کو اسلام کی دعوت پیش کریں، خود اپنوں ہی کو یہ دعوت پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت پیش نہیں کی جا رہی ہو۔ ہماری تبلیغی جماعتیں یہ فریضہ انجام دے رہی ہیں اور اس کے نتائج بھی سامنے آرہے ہیں لیکن

جب تک کل کے کل دین کی تبلیغ نہیں کی جاتی جس میں دین کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی پہلوؤں پر تعلیمات بھی شامل ہیں، ایسے مسلمان وجود میں نہیں آسکتے جن کے دلوں میں اسلامی ریاست کے قیام کی تڑپ پیدا ہو

یہ نتائج ایسے نہیں جنہیں قابلِ ذکر قرار دیا جاسکے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ غیر مسلم خود اپنی تحقیق و جستجو کے ذریعے سے جس تیزی سے اسلام قبول کررہے ہیں، اس سے اسلام کی حقانیت نکھر کر سامنے آرہی ہے۔ ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگرچہ تبلیغی جماعتیں آج کل یہ دعویٰ کرنے لگی ہیں کہ وہ کل دین کی محنت کررہی ہیں، لیکن ان کا زور بالعموم عبادات پر ہی ہوتا ہے اور ان کے پیشِ نظر فضائل کی تبلیغ کے ذریعے لوگوں کو عبادات کی طرف مائل کرنا ہوتا ہے جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہیں۔ لوگوں کو وہ خیر کی طرف بلا تو رہی ہیں لیکن برائی سے چشم پوشی کے نتیجے میں معاشرے پر جو اثرات مرتب ہونے چاہئیں تھے، وہ نہیں ہو پا رہے۔ حالانکہ ہمارے دین کی تعلیم خیر کی دعوت کے ساتھ ساتھ نیکی کی تلقین اور برائی کے سدباب کا بھی تقاضا کرتی ہے۔ تبلیغی جماعتیں لوگوں کے تزکیۂ نفس کی چلتی پھرتی خانقاہیں ضرور بنی ہوئی ہیں لیکن اجتماعی سطح کے لئے دین کی تعلیمات ان کے تبلیغی نصاب میں شامل ہی نہیں حتیٰ کہ سیاست جو ہمارے دین کا اہم جزو ہے، اس پر گفتگو ان کے نزدیک حرام مطلق کا درجہ رکھتی ہے۔ جب تک کل کے کل دین کی تبلیغ نہیں کی جاتی جس میں دین کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی پہلوؤں پر تعلیمات بھی شامل ہیں، ایسے مسلمان وجود میں نہیں آسکتے جن کے دلوں میں اسلامی ریاست کے قیام کی تڑپ پیدا ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ ہماری تبلیغی جماعتیں جس حد تک تبلیغ میں مصروف ہیں، ان کے آگے کے مراحل کے لئے انہیں اپنے حلقۂ مدعوئین میں یہ سوچ عام کرنی چاہئے کہ وہ ان جماعتوں سے جو احیائے دین کے کام میں مصروف ہیں، رابطہ میں رہیں تاکہ دین کا جتنا شعور انہیں حاصل ہو چکا ہے، اس کے بعد کے مراحل کا شعور بھی انہیں حاصل ہو جائے۔ جب تک احیائے دین کے لئے کام کرنے والی جماعتیں اور تبلیغی جماعتیں مربوط طور پر اپنے اپنے کام کو لے کر آگے نہیں بڑھتیں، دنیا کے کسی خطے میں اسلام کا ماڈل پیش نہیں کیا جاسکتا۔ خود قرآن کی تعلیم بھی یہی ہے کہ ''اے اہلِ ایمان! صبر و مصابرت سے کام لو اور ایک دوسرے سے مربوط رہو تاکہ فلاح پاؤ'' (سورۃ آل عمران)۔ لیکن ہماری یہ جماعتیں غالباً اپنے کارکنوں کے دیگر جماعتوں سے رابطوں کو ان کے لئے مہلک سمجھتی ہیں جبھی وہ اسے پسند نہیں کرتیں کہ ان کی جماعت کا کوئی کارکن دیگر جماعتوں سے ربط وضبط بڑھائے۔

✿✿✿✿✿

مفت کتابیں

1۔ نبأ عظیم

2۔ صراط العزیز الحمید

3۔ اللہ ہی رب ہے

4۔ کھیتی پک گئی، عنقریب کاٹی جائے گی

5۔ کتاب و حکمت کی باتیں

6۔ ALLAH THE CHERISHER

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مصنف: عزیز الرحمٰن بادشاہ کاکاخیل (مرحوم)

عزیز الرحمٰن کاکاخیل کی یہ کاوش ظاہر کرتی ہے کہ اُن کے دل میں اسلام کے ساتھ گہری وابستگی اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کے جذبات سے لبریز ہے۔ وہ قرآن مجید کو سرچشمۂ ہدایت سمجھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ سب مسلمان قرآن کو پڑھیں اور سمجھیں اور پھر شعور و فہم کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر ایمان لائیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف صحت عقائد کا نام نہیں بلکہ ایمانیات کا عمل کے ساتھ گہرا تعلق ہے اگر ایمان اور یقین صرف لفظی ہے تو اس سے اچھے نتائج کی توقع عبث ہے۔

مصنف الاسماء الحسنٰی پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام اس کی صفات کے مظہر ہیں۔ اس کی صفات کے ساتھ تعارف ہی معرفت الٰہی ہے۔ مصنف جدید سائنس کے متعلق کافی معلومات رکھتا ہے چنانچہ جابجا کائنات کے حقائق کو تسلیم کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ مصنف سائنسدانوں کو دجال کہتا ہے۔ کیونکہ جہاں انہوں نے بنی نوع انسان کی زندگی میں سہولتیں فراہم کی ہیں، وہاں انسانیت کی تباہی کا سامان تیار کرکے دنیا کے امن کو برباد کر دیا ہے۔ تکلفات پیدا کئے ہیں اور سادگی کو ختم کر دیا ہے۔

کتابوں میں بعض جگہ پیچیدہ فلسفیانہ مباحث بھی در آئے ہیں جن کی تفہیم عام قاری کے بس کی بات نہیں۔

مصنف کا کہنا ہے کہ اللہ پر ایمان تو مشرکین مکہ کا بھی تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک مانتے تھے مگر رحمان، رحیم اور رب نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں جابجا اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ اللہ ہی رب ہے۔ مصنف نے اپنی کتابوں میں اللہ کی ربوبیت تسلیم کرنے پر زور دیا ہے۔ یہ بات ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اسلام دین توحید ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان اس کے بنیادی عقائد ہیں۔ شرک بدترین گناہ ہے، جس کو غفور و رحیم رب نے قرآن مجید میں ناقابلِ بخشش قرار دیا ہے۔ راسخ العقیدہ مسلمانوں کی طرح مصنف اللہ تعالیٰ کو ذات اور صفات میں بے مثل اور بے مثال قرار دیتا ہے اور اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے پر زور دیتا ہے۔

مصنف نے ایمانیات کے تمام شعبوں پر تفصیلی بحث کی ہے جس میں استدلال کے لیے قرآنی آیات کا ہی سہارا لیا ہے۔ قرآنی آیات کو اس طرح برمحل پیش کیا گیا ہے کہ قاری کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

مصنف کی دین اسلام کے ساتھ گہری وابستگی کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ صرفِ کثیر کے ساتھ یہ کتابیں وہ بلا معاوضہ لوگوں کو مہیا کررہے ہیں، تاکہ لوگ ان سے استفادہ کرکے سچے مسلمان بنیں۔ اللہ تعالیٰ کی ابدی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں شیطان کے مکروفریب سے بچیں اور جہنم سے دور رہ سکیں۔

کتابوں میں کمپوزنگ کی غلطیاں موجود ہیں، پروف ریڈنگ پر پوری طرح توجہ نہیں دی گئی۔

مفت ملنے کا پتہ:

فضل الرحمٰن صافی، صافی استوگنہ

اکبر ٹاؤن، کینال روڈ، دانش آباد، پشاور (صوبہ سرحد)

عبدالناصر صافی: 0333-9181071

✿✿✿✿✿

تہذیبیں کیسے معدوم ہوتی ہیں؟

مستنصر حسین تارڑ

بدن کو پیاس سے سکھا دینے والی اُس گرم رات کو گزرے بیس برس سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے...... دن بھر قہر کی گرمی پڑی تھی اور سورج سے آگ برسی تھی اور جب رات آئی تو اس میں بھی سکھ کا ایک سانس نہ تھا...... بدن کے اندر پیاس کا صحرا تھا اور اس کے باہر تن پسینے سے بھیگتا تھا اور زبان سوکھتی ہوئی تالو سے چپکتی تھی۔ میری عادت ہے کہ سردیاں ہوں یا گرمیاں، میں اپنے سرہانے پانی کا ایک گلاس رکھ کر سوتا ہوں کیونکہ لامحالہ رات کے دوران مجھے پیاس محسوس ہوتی ہے اور میں پانی کے گھونٹ بھرتا رہتا ہوں۔ ظاہر ہے اگر موسم بھی گرمی کی شدت کا ہو تو میری پیاس کا کچھ حساب نہیں رہتا۔ اُس رات تو لگتا تھا کہ آگ برساتا سورج غروب ہی نہیں ہوا۔ بدستور شعلہ بار ہے...... میں کچھ دیر اُونگھ لیتا پھر تپائی پر دھرے پکے دھاتی گلاس میں سے دو چار گھونٹ بھر کر اپنے بدن کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا...... غنودگی اور بیداری کے درمیان ایک لمحے میں، میں نے پانی پینے کے لئے گلاس تھاما تو مجھے واہمہ سا ہوا کہ آخری بار جب میں نے پانی پیا تھا، تب پانی کی سطح قدرے بلند تھی۔ میری ہتھیلی جو گلاس کی دھاتی سطح کے گرد لپٹی ہوئی تھی، اس سے محسوس ہوتا تھا کہ گلاس میں پانی کسی قدر کم ہو چکا ہے...... اب میرا نیم خوابیدہ ذہن سوال کرنے لگا کہ اگر یہ واہمہ درست ہے تو گلاس میں پانی کیسے کم ہو گیا۔ وہ پانی کہاں گیا...... اُس پیاسی رات کے چند روز بعد میں نے مشہور آرکیولوجسٹ مغل صاحب (اب مرحوم ہو چکے ہیں) کا ایک مضمون "پاکستان ٹائمز" میں پڑھا جو قدیم چولستان کے بارے میں تھا۔ اس مضمون میں ایک فقرے نے میری توجہ حاصل کر لی اور وہ کچھ یوں تھا کہ...... ایک زمانے میں دیومالائی دریا سرسوتی چولستان میں بہتا تھا اور پھر نامعلوم وجوہ کی بنا پر خشک ہو گیا۔ ایک وسیع پاٹ والا دریا ہزاروں برس سے بہنے والا یکدم خشک ہو جاتا ہے......؟ انہی دنوں دریاؤں کے خشک ہو جانے کی وجوہ پر ایک تحقیقی مقالہ میرے ہاتھ آ گیا۔ معلوم ہوا کہ کبھی کبھار ان پہاڑوں میں موسموں کے تغیر سے بڑے بڑے تودے گلیشیئر دریا کے منبع کے قریب گر کر اسے یا تو روک دیتے ہیں اور یا پھر اس کا رخ بدل دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ میدانوں میں اگر ہریالی کم ہو جائے اور ریگستان ظہور میں آنے لگیں تو گرمی کے باعث دریا ہولے ہولے خشک ہو جاتے ہیں...... اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں آج چولستان کا صحرا ہے، وہ علاقہ ایک زمانے میں گھنے جنگلوں پر مشتمل تھا اور ان جنگلوں میں ہاتھی، گینڈے اور دیگر جانور عام پائے جاتے تھے، جن کے نقوش ہمیں موہنجوڈارو سے دریافت ہونے والی تختیوں پر ملتے ہیں۔ یعنی جن زمانوں میں سرسوتی بہتا تھا، اس کے کنارے ایک عظیم تہذیب سانس لیتی تھی جو موہنجوڈارو اور ہڑپہ کا ایک تسلسل تھی۔ اس سارے منظرنامے کے بعد مجھے یہ خیال آیا کہ سرسوتی کے کناروں پر کوئی ایک بستی ہزاروں برس سے آباد ہو گی، جس کی حیات کا انحصار اس دریا کے پانیوں پر ہو گا اور کوئی ایک شخص اس بستی کا ایسا ہو گا جو سوچ بچار کرنے والا ہو گا، غور کرنے والا ہو گا تو شاید اسے معلوم ہو گیا ہو گا کہ سرسوتی کا پانی کم ہو رہا ہے۔ یہ دریا بالآخر سوکھ جائے گا اور اس کے کنارے آباد بستی کھنڈروں میں بدل جائے گی۔ ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گی...... تو اب ایک ایسا شخص جسے معلوم ہو گیا ہے کہ دریا سوکھ رہا ہے اور میری بستی اُجڑنے والی ہے تو اس کی ذہنی کیفیت کیا ہو گی؟ کتنا بڑا دکھ اور رنج اس کے اندر ہو گا۔ وہ لوگوں کو بتانا چاہے کہ تم سب فنا ہونے کو ہو، تمہاری بستی کا نام و نشان نہ رہے گا، تو کیا لوگ اس کی بات پر یقین کریں گے یا اس کا مذاق اُڑائیں گے یا پھر اسے ایک قنوطی قرار دے کر بستی سے نکال دیں گے؟ میں نے اسی تھیم پر مبنی اپنے ناول "بہاؤ" کے اس کردار کا نام ورچن رکھا، جسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بستی اُجڑنے کو ہے۔

مجھے یہ ناول تحریر کرتے ہوئے گمان بھی نہ تھا کہ ایک دن میں بھی ورچن کے کردار میں ڈھل جاؤں گا...... میں بھی آگاہ ہو گیا ہوں کہ سندھ، راوی اور چناب، میں پانی کم ہو رہے ہیں اور یہ مکمل طور پر خشک بھی ہو سکتے ہیں اور ان کے کناروں پر ہزاروں برسوں سے آباد جو تہذیب ہے، وہ ملیامیٹ بھی ہو سکتی ہے...... ان دریاؤں کو اپنوں کا خون زہر آلود کر رہا ہے۔ صرف سیاستدان اور حکمران ہی نہیں بلکہ عوام کی ایک بڑی تعداد بھی رزق حرام کو جائز سمجھتی ہے اور اس کے بل بوتے پر عیش کی زندگی گزارتی ہماری تہذیب کے دریا کو خشک کر رہی ہے۔ ناجائز مربعے، فیکٹریاں، غیر ملکی اکاؤنٹ، بھتے اور زمینوں پر قبضے ریت کے وہ صحرا ہیں جن میں دریاؤں کے پانی جذب ہو رہے ہیں اور بہاؤ ہر دن گزرنے پر پہلے سے بھی مدھم ہوا جاتا ہے...... اور کوئی ایسا دن بھی بہر طور آ جائے گا جب دریا تھم جائے گا۔ اس وقت سب ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں۔ سوات، وزیرستان اور ڈیرہ غازی خان میں...... اور کوئی پنجاب حکومت کی کشتی ڈبونا چاہتا ہے اور کوئی مرکز کو غرق کرنا چاہتا ہے...... اور کسی کو کچھ احساس نہیں کہ ڈبونے کے لئے بھی تو ایک دریا درکار ہوتا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ قرآن پاک میں ایسی برباد بستیوں کا ذکر آیا ہے جنہوں نے نافرمانی کی اور ان پر عذاب نازل ہو گیا...... اور ہم صریحاً نافرمانی کے مرتکب ہو رہے ہیں...... مختلف رنگوں میں...... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں تنہا نہیں ہوں جو اس سوچ بچار میں ہوں، میری طرح کے لاکھوں ورچن اور ہیں جو دریاؤں کے کنارے بیٹھے جان چکے ہیں کہ یہ سوکھنے کو ہیں اور وہ بھی بستی والوں کو خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ ابھی کچھ وقت ہے۔ ان دریاؤں کے پانی نہ سوکھنے دو، ورنہ تمہاری بستیاں اُجڑ جائیں گی، تم بے گھر ہو جاؤ گے لیکن کوئی سننے والا نہیں ہے۔ ہم ایسے ورچنوں کو پاگل قرار دیتے ہیں۔ اگر ہم نے ان کی آواز پر کان نہ دھرا تو پھر ہزاروں برسوں بعد کوئی شخص اس سوچ بچار میں پڑ جائے گا کہ یہ جو کبھی راوی، سندھ اور چناب دریا ہوا کرتے تھے، یہ کیسے خشک ہو گئے اور ان کے کنارے جو بے مثال تہذیبیں تھیں، وہ کیسے کھنڈر ہو گئیں......؟ کیا ان دریاؤں کے کناروں پر جو بستیاں آباد تھیں، ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو خبردار کرتا کہ لوگو دریا سوکھ رہے ہیں، تمہاری بستیاں کھنڈر ہونے کو ہیں، کوئی ایک شخص بھی نہ تھا......؟

(بشکریہ ہفت روزہ "اخبار جہاں")

عبادت صرف نماز روزے کا نام نہیں!

ایم ایس اختر

اکثر دین کی تبلیغ کرنے والوں کو لوگوں کی جانب سے اس سوال کا سامنا ہوتا ہے کہ جناب ہم تو دین پر پہلے ہی عمل پیرا ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حسب استطاعت زکوٰۃ و صدقات کا بھی اہتمام کرتے ہیں، اور آپ کیا چاہتے ہیں؟ گویا ان کے نزدیک عبادت محض دین کے ارکان پر عمل کا نام ہے۔ یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے جس میں عوام کی اکثریت مبتلا ہے۔ آیئے، ہم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عبادت کسے کہتے ہیں؟ دین کا ہم سے تقاضا کیا ہے؟ ہم سورۃ ذاریات میں عبادت کے حوالے سے آیت کا مطالعہ کریں تو ہمیں اپنی تخلیق کی غرض و غایت کا پتہ چلتا ہے۔ فرمایا گیا ”ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔“ اس ترجمہ سے اس مغالطہ کی وجہ سمجھ میں آتی ہے جس کا تذکرہ اوپر ہوا ہے۔ دراصل ہماری زبان میں عبادت سے بالعموم عبادات مراد لی جاتی ہیں، جبکہ عربی زبان میں عبادت کا تصور ہی مختلف ہے۔ عبادت سے مقصود محض عبادات نہیں کیونکہ جب سورۃ یٰسین میں یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ ”اے بنی آدم! کیا ہم نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت مت کرنا۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔“ یہ بات تو طے ہے کہ انسان شیطان کے لئے نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے روزے رکھتا ہے۔ سورۃ الحج میں فرمایا گیا ”اے اہل ایمان! رکوع کرو، اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور خیر کا کام کرو، تاکہ فلاح پاؤ۔“ رکوع اور سجدہ سے مراد نماز ہے۔ اگر اس کا مطلب ارکان اسلام لئے جائیں تو پھر اس کے آگے یہ حکم نہ آتا کہ اپنے رب کی عبادت کرو۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عبادت کے مفہوم میں ارکان اسلام پر عمل کے علاوہ بھی امور شامل ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کا مفہوم ہے کیا؟

عبادت لفظ عبد سے بنا ہے۔ عربی میں عبد غلام کو کہتے ہیں۔ اب تو دنیا میں غلامی کا رواج نہیں رہا۔ لیکن جس زمانے میں قرآن نازل ہورہا تھا، انسانوں کو پکڑ کر یا خرید کر غلام بنالیا جاتا تھا۔ غلام اپنے آقا کی ملکیت ہوتا تھا، جس سے وہ جو چاہتا سلوک کرتا۔ کوئی اس سے بازپرس کرنے والا نہیں تھا۔ جس طرح آج کل کوئی جانور خرید کرلائے تو وہ اس کی ملکیت ہوتا ہے۔ وہ اسے چاہے کسی کام کے لئے استعمال کرے، چاہے اس کو ذبح کرکے اس کا گوشت کھائے۔ کوئی اس سے نہیں پوچھ سکتا کہ تم نے اس بے زبان جانور کو کیوں ذبح کردیا۔ حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ غلام تھے۔ ان کے آقا نے انہیں جس بہیمانہ تشدد کے ذریعے شہید کیا وہ ہم سب جانتے ہیں۔ لیکن اس معاشرے میں کسی نے ان کے آقا سے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے انہیں اس بیدردی سے کیوں قتل کیا۔ غلام کا کام یہ تھا کہ اس کا مالک جو بھی حکم، جہاں اور جس وقت دے، بے چون وچرا اس کی تعمیل کرنی ہے۔ حتیٰ کہ اگر خباب بن ارتؓ کو آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹ جانے کو کہا گیا تو وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوئے۔ انکار کی ان کے پاس کوئی گنجائش نہ ہوتی تھی۔ چاہے وہ اس حکم کو پسند کرے یا نہ کرے، چاہے اس کو اپنے دل پر جبر کرکے یہ کام کرنا پڑے، لیکن اس پر عمل بہرحال لازمی ہوتا تھا۔ ہم بھی اپنے رب کے غلام ہیں۔ اس تناظر میں اگر ہم عبادت کو سمجھنے کی کوشش کریں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ عبادت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا رب جس وقت، جس جگہ، اور جس کام کا حکم دے، ہمیں اس کی بے چون وچرا تعمیل کرنی ہے۔ اس کا حکم ہے کہ نماز پڑھو تو ہمیں نماز پڑھنی ہے۔ وہ اگر ہمیں اس بات سے روکتا ہے کہ رشوت نہ لو تو ہمیں رشوت نہیں لینی۔ البتہ ایک غلام اور ایک اللہ کے بندے میں فرق یہ ہے کہ غلام کے سامنے اگر مالک کا کوئی ایسا حکم آجائے جس کی وہ تعمیل کرنا نہیں چاہتا تو بھی اسے اپنے دل پر جبر کرکے وہ کام کرنا ہے۔ لیکن اللہ کے ایک بندے کو اس کے ہر حکم کی تعمیل دلی آمادگی اور اس سے محبت کے جذبے کے ساتھ کرنی ہے۔

ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم اول تو بالعموم اپنے رب کی عبادت کو عبادات تک یعنی روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ تک محدود سمجھتے ہیں، مزید براں، اگر اس کے حکم کی تعمیل کرنی بھی ہے تو اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی کو نماز کی ادائیگی میں سہولت ہے تو وہ نماز تو پڑھتا ہے لیکن رشوت خوری ترک کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ لوگ روزے تو پورے تیس رکھ لیتے ہیں لیکن سال کے بارہ مہینے نماز باجماعت ادا کرنا بہت مشکل کام سمجھتے ہیں۔ ہاں البتہ رمضان المبارک میں روزوں کے ساتھ نماز ضرور ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں مسجدیں بھری ہوئی نظر آتی ہیں، لیکن یکم شوال کو ہی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ۔ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے شاید لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز کے بغیر روزے قبول ہی نہیں ہوں گے۔

عبادت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر، ہر وقت اور ہر جگہ عمل کیا جائے۔ جن باتوں کا اس نے حکم دیا ہے اُن پر عمل پیرا رہا جائے اور جن باتوں سے منع کیا ہے اُن سے رک جایا جائے۔ یہی تقاضا ہے سورۃ الحشر کی اس آیت کا کہ ”رسول ﷺ تمہیں جو دیں اسے سختی کے ساتھ پکڑ لو اور جن باتوں سے منع کردیں ان سے باز آجاؤ۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہی ملے ہیں۔ از روئے قرآنی ”وہ کوئی بات اپنی خواہش نفس کے مطابق نہیں کرتے مگر جو انہیں وحی کی گئی ہے۔“ (سورہ نجم) اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ ”اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ“۔ (سورۃ البقرہ) اگر اللہ تعالیٰ کے کچھ حکم تو مانیں اور کچھ کو نظرانداز کرجائیں تو ہم پر اسی سورت میں وارد حکم کو ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ ”تم کتاب کی کچھ باتوں کو مانتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو تو اس کا بدلہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے جو تم میں سے ایسا کرے کہ اسے دنیا میں ذلیل و خوار کیا جائے اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے۔“ اس آیت کی روشنی میں اگر امت مسلمہ کا ہر فرد غور کرے تو اسے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آج عالمی سطح پر امت ذلت وخواری اور زبوں حالی کا شکار کیوں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کامل بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کیا بڑے عذاب سے پہلے ہم سُدھرنا نہیں چاہتے؟

محمد یعقوب عمر

کیا سور کو بکرا کہنے سے وہ بکرا ہو جائے گا۔ مخلوق تو ہم یقیناً اللہ کی ہیں مگر من حیث القوم اِلا ماشاءاللہ ہم عملاً اللہ کے بندے نہیں، نفس کے بندے بن گئے ہیں۔ ہمیں تو ادراک ہی نہیں ہے کہ بندے اور مخلوق میں کیا فرق ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں کہیں خدا کا لفظ نہیں ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ اللہ اور خدا کا فرق کیا ہے۔ ہم یہ بھی سوچنے کو تیار نہیں کہ دین اور مذہب کا کیا فرق ہوتا ہے۔ اسی لیے ہم اتنے بگڑ گئے کہ ہمیں احساس ہی نہیں ہو پا رہا کہ ہم عذاب کی گرفت میں ہیں اور شاید ہم جوج ماجوج کی قہر سامانیوں کے انتظار میں ہیں۔

جناب ہم بحث کرتے ہیں کہ یہ ملک پاکستان محض ہندو کی معاشی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے لیا تھا۔ اسلام کا جذبہ اُس کی پشت پر نہیں تھا، اور بہت سے خواتین و حضرات یہ کہتے ہیں کہ کیا بُرا تھا جو ہم ہندو کے ساتھ مل کر رہتے اور الگ وطن سے ہم کون سا خوش حال ہو گئے ہیں۔ جب سوچ و خرد اس قدر پست ہو تو بندگی کہاں سے آ جائے گی۔ اسلام پر عمل پیرا ہونے اور اُسے غالب و سربلند کرنے کا جذبہ کیسے پیدا ہو گا۔

آج من حیث القوم ہمارا ایک بھی کام ایسا نہیں ہے جو دینِ اسلام کے مطابق ہو۔ سود ہم کھا رہے ہیں، جوا ہم کھیلتے ہیں، شراب ہم پیتے ہیں۔ زنا کی تمام اقسام ہم میں پائی جاتی ہیں۔ قتل ہم کرتے ہیں۔ بے حمیت ہم ہیں۔ جہیز ہم لیتے دیتے ہیں۔ رشوت ہم کھاتے ہیں فرقہ واریت ہم میں ہے۔ تکبر ہمارے اندر ہے۔ دین اسلام کا نظامِ حکومت ہمیں بُرا لگتا ہے۔ یہود و نصاریٰ سے ہماری دوستیاں ہیں۔ اِن حالات میں خیر کہاں سے برآمد ہو گی۔ اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق کہ تم اُن تمام برائیوں اور ادوار کا شکار ہو کر رہو گے جس میں یہود مبتلا رہے، جیسے ایک جوتی دوسری جوتی سے مشابہت رکھتی ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ مختلف نوع کے عذابوں اور تلخ تجربات سے ہم کوئی سبق نہیں سیکھنا چاہتے۔ آج ہمارا بڑا اصول بے اصولی بن چکا ہے۔ ہم صوبائیت اور قومیت کے زہر کو پھانک رہے ہیں۔ دین تو مکمل ضابطۂ حیات ہوتا ہے مگر ہم ہر بات اختیار سے تھرڈ ڈگری کی حاصل کر رہے ہیں۔

جناب! کیا ہم ابھی بھی کسی اور ہلاکو خان کا راستہ دیکھ رہے ہیں۔ اس قوم کی تربیت کون کرے گا؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تمام مکاتبِ فکر اکٹھے ہو جائیں، تمام مروجہ سیاسی جماعتیں اکٹھی ہو جائیں اور مملکت خداداد کی زندگی کی فکر کریں، اپنے رب سے استغفار کریں، یہود و نصاریٰ سے دوستیاں ختم کر دیں تا کہ اللہ رب العزت کی رحمت ہمارے شاملِ حال ہو۔ کاش! ہم اس ملک میں اپنا نہیں اپنے حقیقی مالک کا حکم چلنے دیں۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو پھر وہی ہو گا جو مالکِ حقیقی کی عادت ہے۔ خدا نہ کرے ہم اُس کے بڑے عذاب کی گرفت میں آ جائیں۔

آج نفاق باہمی کھل کر سامنے آ چکا۔ بلوچستان والے دہائی دے رہے ہیں کہ ہمیں پاکستان کے ساتھ نہیں رہنا ہے، ہمارے عوام جاگیرداروں کے انگوٹھے تلے غلاموں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہمارے صدور و وزراء پہچان نہیں پا رہے کہ کون کھرا اور کون کھوٹا ہے۔ عجیب ستم ظریفی ہے۔ ایک طرف امریکہ بہادر مسلم ممالک پر قبضہ بھی کرتا ہے اور وہاں کے کھرے لوگوں کو دہشت گرد بھی کہتا ہے۔ دوسری طرف مسلم اُمہ کے حکمران اللہ اور نبیؐ کے ارشادات و فرمودات بھلا کر اپنے دشمنوں کے لیے محبت اور اپنے نیک بھائیوں کی (جو راہِ حق کے مسافر ہیں) بربادی کے سامان کر رہے ہیں۔ ہمارے صدور و ملوک آخرت کو بھول چکے اور آسمان نے اپنوں کے اپنوں پر وہ ظلم دیکھے کہ اللہ کی پناہ۔ ایک پرویز خسرو تھا اور ایک پرویز مشرف۔ آج ایوانِ صدر میں براجمان عقل کا اندھا بھی دیکھ رہا ہے کہ حالات سدھرنے کی بجائے مزید بگڑ رہے ہیں مگر احساسِ زیاں سے عاری ہے۔

کاش! میری قوم کے لوگ تفاخر، تکبر و نخوت اور جہالت چھوڑ کر ایک دوسرے کو حق کی طرف بلائیں تا کہ وہ عذاب جو ہمارے کرتوں کی وجہ سے سایہ فگن ہو چکا ہے وہ چھٹ جائے اور اس ملک میں اسلامی عدل کی حکمرانی ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا قانون غیر متبدل، اٹل، یکساں و برابر ہے۔ خدارا! قوموں کے عروج و زوال اور موت و حیات سے سبق سیکھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔ یورپ نے جہالت و پس ماندگی کو ختم کیا اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو گیا۔ ہمیں شخصیت پرستی اور فرقہ بندی کا رجحان ختم کرنا ہو گا۔ اللہ سے بغاوت پر مبنی نظام سے نجات حاصل کرنا ہو گی، ورنہ حوادث ہمیں نیست و نابود کر دیں گے۔ جیسے کسی قوم کے اعمال ہوں گے ویسے ہی اس کے نتائج ہوں گے۔ ہمیں دشمن کی تعداد اور سامان جنگ کی کثرت سے نہیں ڈرنا بلکہ اپنے اللہ سے ڈرنا ہے۔

✿✿✿✿✿

دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی فیصل آباد کے ناظم بیت المال شیخ محمد سلیم کی والدہ وفات پا گئیں

☆ امیر تنظیم فیصل آباد غربی محمد نعمان اصغر کے تایا جی وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی نوشہرہ کے امیر قاضی فضل حکیم کی والدہ وفات پا گئیں

تمام مرحومین کے لئے رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَ اَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَ حَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے
انٹرنیٹ ایڈیشن تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org
پر ملاحظہ کیجئے

میں تنظیم کا رفیق کیسے بنا؟

فاروق ثاقب

میں اپنے سکول کا بہت ہونہار طالب علم تھا۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ سکول سے اعلیٰ نمبروں سے پاس کر کے پشاور کی عظیم علمی درس گاہ اسلامیہ کالج میں پری انجینئرنگ میں داخلہ لیا۔ کالج کے زمانے سے ہی تحریکی دماغ ہونے کی بدولت ایک دینی تنظیم سے وابستگی اختیار کی۔ اسی عرصے کے دوران میرا تعلق لائبریری اور کتاب سے جڑ گیا اور یوں میں حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے "فلسفہ خودی" میں ایسا ڈوبا کہ انہیں اپنا پیرو مرشد مان بیٹھا۔ ہر سال اپنے بڑے بھائی کی رفاقت میں 09 نومبر کو ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی قبر پر چادر چڑھانے جاتا۔ ہر سال تبلیغی جماعت کے اجتماع کی وجہ سے مختلف مسائل سے دوچار ہوتا کیونکہ اُن کا اجتماع اتفاقیہ طور پر انہیں تاریخوں میں وقوع پذیر ہوتا۔ جس زمانے میں نوجوان عشق و مستی کی محفلوں میں جاتے ہیں اور گیت و غزلیں گاتے ہیں، اُسی عمر میں، میں ڈاکٹر محمد اقبال کی خوبصورت نظمیں یاد کرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے فلسفۂ خودی کے رموز و اسرار مجھ پر منکشف ہو گئے۔ 1994ء میں اسلامیہ کالج سے گریجویشن کرنے کے بعد میں نے ایک دواساز کمپنی کے شعبہ مارکیٹنگ میں تقرری حاصل کر لی۔ یہ میرے لیے نیا میدان تھا جس نے مجھے سیکھنے اور زندگی گزارنے کے نئے تجربات سے آشنا کیا۔ اسی دوران مجھے کمپنی کے مختلف سیمینار میں شرکت کے لئے دنیا کے مختلف ممالک کے سفر کا موقع ملا اور یوں مجھے مختلف اقوام کو قریب سے دیکھنے، جانچنے اور پرکھنے کا ایک موقع میسر آیا۔ ذہن میں طرح طرح کے سوالات اُٹھتے تھے، خصوصاً مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر دل اندر سے کڑھتا اور خود ہی اس کا جواز تلاش کرتا اور پھر دنیا کی رنگینیوں میں کھو جاتا۔ اس کا نام تو زندگی نہیں، دل میں کانٹا تب چبھا جب 1996ء میں ترکی کے شہر استنبول میں ایک سیمینار میں جانے کا موقع ملا۔ عظیم سلطنت عثمانیہ کے خدوخال کے اُجڑی ہوئی تصویر میں یورپ زدہ روشن خیال مسلمان رنگ بھرتے نظر آتے تھے۔ لیکن ایک قدامت پسند شخص کے ذہن میں یہ تصویر کشی اس طرح تھی جیسے مخمل میں ٹاٹ کے پیوند۔ ایک کیفے میں راقم کے چائے مانگنے پر اصرار اور ویٹر کا چائے کے بجائے شراب نوش کرنے کے اصرار پر اُس سے سوال کیا، کہ کیا آپ مسلمان ہیں؟ موصوف نے جواب میں بڑے فخریہ انداز میں اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہا۔ اس پر دل خون کے آنسو رویا اور اقبالؒ کا وہ شعر یاد آیا۔

یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

اسی طرح کے کئی واقعات نے دل پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ اپنے ملک واپسی پر دل میں تہیہ کر لیا کہ اللہ نے چاہا، اپنے تئیں جو کچھ ہوا ضرور کروں گا۔ ان شاء اللہ۔ اسی تلاش میں ہر مکتبہ فکر اور ہر طریقت کو جانچنے اور اُن کے قریب تر رہنے کی تگ و دو شروع کی۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اُس زمانے میں ہر ماہ کے پہلے اتوار کو پشاور آتے تھے اور نشتر ہال میں لیکچر دیا کرتے تھے اور آہستہ آہستہ میں نے بھی وہاں پر جانا شروع کیا اور یوں ایک دفعہ انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے پروگراموں سے باخبر کرنے کے لئے مکتبے پر اپنا نام درج کروایا۔ اُسی سال رمضان المبارک میں مجھے ایک مراسلہ موصول ہوا جس میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ محترم میر صاحب کے گھر افطاری کی دعوت دی گئی، وہیں پر میری ملاقات تنظیم کے دوسرے رفقاء سے ہوئی۔ تنظیمی رفقاء میں سے زیادہ شناسائی محترم وارث خان کے ساتھ ہوئی، جن کی امامت و خطابت میں کافی نمازیں پڑھی تھیں اور یوں میرے رابطے کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ 2004ء میں اللہ رب العزت نے عمرے کی سعادت بخشی۔ شعائر اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا اور یوں دل میں موجود بند گتھی سلجھ گئی۔ 2005ء میں سفر حج سے واپسی پر باقاعدہ طور پر انجمن خدام القرآن کا ممبر بنا۔ اور یہ بات ذہن میں آئی کہ عربی زبان سیکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے اس کو واجب اور فرض قرار دیا ہے۔ عربی زبان کے سیکھنے میں سفر حجاز کا بھی بڑا عمل دخل تھا۔ میں نے ایک نجی کوشش کے تحت ایک ادارے سے عربی زبان سیکھنا شروع کر دی تاکہ قرآن کو صحیح معنوں کے ساتھ سیکھا اور سمجھا جا سکے۔ انہی دنوں میں انجمن خدام القرآن سرحد کی وساطت سے مختلف میٹنگز میں شرکت کا موقع ملا اور یوں ڈاکٹر صاحب کا Vision اور اقامت دین کی ضرورت کو جاننے کا موقع میسر آیا۔ ایک بات جس نے میرے ذہن میں ان مٹ نقوش چھوڑے، وہ بانیٔ تنظیم کا فرمان کہ قرآن سے جڑ جاؤ۔ یہ وہ دعوت تھی جو ہدایت کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوئی۔ اس کے برعکس جتنے راستے میں نے دیکھے وہ کسی شخصیت کے ساتھ جڑنے کی دعوت دیتے تھے جیسا کہ ہمارے ہاں طریقت کے مختلف سلسلوں میں ہوتا ہے۔ راقم نے اقامت دین کی جدوجہد کی ضرورت و اہمیت کو سمجھتے ہوئے پورے شعور کے ساتھ تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ مجھے صبر و استقامت عطا فرمائے اور نفس کے شر سے بچائے (آمین یارب العالمین)

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ الْمَوْتَ الشَّھَادَۃَ فِیْ
سَبِیْلِکَ وَفِیْ مَدِیْنَۃِ الْحَبِیْبِکَ

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی
(اقبال)

✿✿✿✿✿

✿✿ ضرورت رشتہ ✿✿

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری فیملی کو اپنے 28 سالہ ڈاکٹر بیٹے کے لئے لاہور سے کشمیری فیملی سے تعلق رکھنے والی تعلیم یافتہ، دیندار اور شرعی پردے کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-6522957

☆ تنظیم اسلامی پھالیہ کے ملتزم رفیق کی دو بھتیجیاں عمر بالترتیب 26,25 سال، تعلیم ایم اے پولیٹیکل سائنس کشمیری فیملی سے تعلق کے لئے رسم و رواج سے پاک دینی مزاج کے حامل گھرانوں سے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0346-6453822

تنظیم اسلامی نوشہرہ کا دعوتی اجتماع

یکم مارچ 2009ء بروز اتوار شیدو گاؤں میں تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام رفیق تنظیم جناب ڈاکٹر وقار الدین کے حجرے میں دعوتی اجتماع کا انعقاد ہوا، جس کے لئے خصوصی طور پر باجوڑ سے ڈاکٹر فیض الرحمٰن اور نبی محسن کو بیان کرنے کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔

نبی محسن نے ''اقامت دین کی فرضیت اور لزوم'' کے موضوع کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سامعین پر واضح کیا۔ انہوں نے پہلے دین و مذہب کا فرق بتایا کہ مذہب، زندگی کے انفرادی گوشوں سے بحث کرتا ہے جبکہ دین ایک مکمل ضابطۂ حیات کا نام ہے جو انفرادی اور اجتماعی دونوں گوشوں پر محیط ہے۔ مزید یہ کہ دین اپنا غلبہ چاہتا ہے لہٰذا دین وہی ہوگا جو غالب ہوگا جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا دین حق پر مبنی ہے تو پھر یہ مغلوب کیسے رہے گا؟ لہٰذا ایمان کا تقاضا ہے کہ دین کے قیام کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نبی اکرمؐ کی بعثت کا مقصد بھی یہی ہے۔

اس کے بعد ''منہج انقلاب نبویؐ'' کے موضوع پر ڈاکٹر فیض الرحمٰن نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ انقلاب اُسی کو کہا جاتا ہے جو زندگی کے اجتماعی گوشوں میں سے کسی ایک میں بنیادی تبدیلی آ جائے اور کامل انقلاب وہی ہوتا ہے جو کہ زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کرے۔ انہوں نے کہا نبی اکرمؐ وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے ایسا انقلاب برپا کیا، جس میں ہر چیز تبدیل ہوگئی۔ لہٰذا ''منہج انقلاب نبویؐ'' ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ڈاکٹر فیض الرحمٰن نے انقلابی مراحل کو سامعین پر نہایت آسان اور دلنشین انداز میں واضح کیے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے سیرت محمدیؐ کی روشنی میں انقلابی جماعت تیار نہیں کی تو کامیابی ناممکن ہے۔ اس کے بعد انہوں نے تمام احباب کو موضوع کے متعلق سوال و جواب کا موقع دیا اور اُن کو ایک دعوت فکر دی اور ساتھ ہی ذکر کیا کہ اسی نہج پر تنظیم اسلامی جدوجہد کر رہی ہے، جس کا مقصد دین اسلام کا قیام ہے۔ پروگرام کے اختتام پر تمام شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اس پروگرام میں 5 رفقاء اور تقریباً 15 احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: جان نثار اختر)

حلقہ وسطی پنجاب کا پہلا سہ ماہی اجتماع برائے 2009ء

2009ء کا پہلا سہ ماہی اجتماع طے شدہ پروگرام کے مطابق 12 ربیع الاول 1430ھ، 10 مارچ، بروز منگل، لیہ میں مقامی امیر تنظیم چودھری صادق علی کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ تینوں اضلاع کے رفقاء اور احباب کو بذریعہ دعوت نامہ اطلاع کر دی گئی تھی۔

12 ربیع الاول کو ضلع ٹوبہ کے رفقاء مقامی امیر حافظ محمد نواز کے ہمراہ صبح 6 بجے جھنگ پہنچ گئے۔ جھنگ سے بھی رفقاء کا قافلہ مقامی امیر عبدالمجید کھوکھر کی معیت میں لیہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ سڑک کی خرابی کی وجہ سے تنظیم اسلامی کا یہ قافلہ تقریباً ساڑھے نو بجے لیہ پہنچا۔ چودھری صادق علی اپنے رفقاء کے ہمراہ استقبال کے لیے موجود تھے۔ تمام رفقاء اور احباب کی تواضع ناشتے سے کی گئی۔

دس بجے پروگرام کا آغاز حافظ اصغر علی کی تلاوت سے ہوا۔ پھر جھنگ کے رفیق جواد عمر نے خوش الحانی سے حاضرین کو نعت رسول مقبول ﷺ سنائی۔ نقابت کے فرائض مقامی امیر چودھری صادق علی نے ادا کیے۔ امیر حلقہ نے اپنے افتتاحی خطاب میں تمام رفقاء واحباب کا شکریہ ادا کیا کہ وہ آج اس افراتفری کے دور میں سفر کی مشکلات برداشت کر کے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہمارا یہاں جمع ہونے کا بڑا مقصد خالصتاً اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے، لہٰذا شرکاء اس چند گھنٹوں کے اجتماع کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کارآمد بنائیں۔ بار بار اٹھ کر باہر جانے اور فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ مزید یہ فرمایا کہ جو رفقاء آج کسی وجہ سے یہاں حاضر نہیں ہو سکے، ان سے بدگمان نہ ہوں بلکہ ان کے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہمت دے کہ وہ آئندہ ہر اجلاس میں شرکت کریں۔

تحصیل گوجرہ کے منفرد رفیق مولانا محمد اظہر ظہیر (ریٹائرڈ خطیب ایئر فورس) نے سیرت النبی ﷺ کے سلسلے میں ''حبِ رسول اور اس کے تقاضے'' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ اگر تم اللہ کے پسندیدہ بندے بننا چاہتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع تم پر لازم ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لیے اُسوۂ حسنہ ہے۔ ہم آپ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق زندگی گزار کر حبِ رسول ﷺ کے تقاضے پورے کر سکتے ہیں۔

حلقہ کے ناظم بیت المال انجینئر عبداللہ اسماعیل نے تذکیر بالقرآن کے حوالہ سے سورۃ الحدید کے پہلے رکوع کا ترجمہ و تفسیر بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس سورت کی ابتدائی آیات میں اللہ کی ذات و صفات کا انتہائی جامعیت اور اعلیٰ ترین علمی سطح پر ذکر ہوا ہے۔ اس کے بعد اہل ایمان سے دین کے دو تقاضے پورا کرنے کا مطالبہ ہے ''امنوا باللہ و رسولہ و انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ'' (1) اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ (2) اور جس جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت عطا فرمائی ہے، جس چیز کو تمہاری ملکیت میں دے دیا ہے، اسے اللہ کی راہ میں لگا دو، کھپا دو۔ یہ ہم سے ہمارے دین کا تقاضا ہے۔ اگر اس سے کنی کترا ؤ گے تو پھر اس کی سزا ہوگی جس کی طرف سورۃ الحدید ہی کے دوسرے رکوع میں اشارہ ہے کہ اس سے دلوں میں منافقت پیدا ہو جائے گی اور منافق اگرچہ دنیا میں مسلمان شمار ہوتے ہیں مگر قیامت کے دن اہل ایمان اور منافقین کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ اس وقت منافقین اور اہل ایمان کے مابین فصیل حائل کر دی جائے گی، منافق پکار پکار کر کہیں گے کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ لیکن اس دن ان کی یہ پکار کوئی فائدہ نہیں دے سکے گی۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رفیق، قمر الزمان نے ''التزام جماعت'' کے عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے جماعتی زندگی کی انفرادی اور اجتماعی سطح پر اہمیت و ضرورت کو اجاگر کیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کا مطالعہ کروایا۔

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر جماعتی زندگی کا اختیار کرنا لازم ہے اور علیحدگی سے بچو کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو (یعنی جماعت) سے دور ہوتا ہے۔ جو شخص جنت کی آسائش کا ارادہ رکھتا ہے اسے جماعت کے ساتھ جڑا رہنا چاہیے۔''

کھرل عظیم لیہ کے نقیب اسرہ جاوید اقبال نے سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کے حوالہ سے ''رفقاء کے مطلوبہ اوصاف'' پر بھرپور گفتگو کی۔ اور کہا کہ ہر رفیق تنظیم کو ''عباد الرحمٰن'' کے اوصاف سے مزین ہونا چاہیے۔

مقامی امیر ٹوبہ ٹیک سنگھ حافظ محمد نواز نے سیرت النبی ﷺ کے سلسلہ میں سورۃ الصف اور سورۃ الاحزاب کی آیات کی روشنی میں حضور ﷺ کے اُسوہ پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے بتایا کہ بنیادی ایمانیات تین ہیں: (1) اللہ پر ایمان رکھنا (2) آخرت میں اعمال کی جزاوسزا پر ایمان رکھنا اور (3) حضرت محمد ﷺ کے اللہ کے آخری رسول ہونے پر ایمان رکھنا۔

ایک بجے نماز ظہر اور کھانا کا وقفہ ہوا۔ 3 بجے رفقاء دوسری نشست کے لئے جمع ہوئے۔ امیر مقامی تنظیم لیہ چودھری صادق علی نے سیرت النبی ﷺ کے سلسلہ میں سیرت کے پیغام پر مدلل خطاب کیا۔ آپ نے بتایا کہ حضورؐ کی پوری زندگی ہر پہلو سے نمونہ ہے۔ ہمیں پورا سال حضورؐ کے احکامات پر عمل کرنا چاہیے اور ان کی زندگی گزارنے کے اصولوں کو ہمیشہ اپنے مدنظر رکھنا چاہیے۔ سال بعد ایک دو دیگیں پکا کر میلاد منا کر اپنے آپ کو عاشق رسول ہونے کا دھوکا نہ دیں بلکہ حقیقت میں اتباع رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوں، اور آپ نے ہر رفیق سے گزارش کی کہ وہ سیرت کی کسی ایک کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔

ساڑھے تین بجے امیر حلقہ نے اپنے اختتامی خطاب میں رفقاء اور احباب کا ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کیا اور گھریلو اُسرہ کا پس منظر اور اس کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی۔ آپ نے سارے رفقاء اور احباب کو تاکید کی کہ وہ اپنے گھروں میں اسرہ کا اہتمام کریں تاکہ ہماری مستورات اور بچے بھی اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند ہوں۔ آپ نے بتایا خوش قسمتی سے ہمارا تعلق اس جماعت سے ہے جس کا مقصد صرف اور صرف پوری دنیا میں نظام خلافت قائم کرنا ہے۔ اس کے لئے ہمیں ہر وقت اپنے جان ومال کے ساتھ جہاد کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور اپنے بچوں کے ذہنوں میں ابھی سے ہی یہ لفظ ڈالنا چاہیے تاکہ بڑے ہو کر ان کے ذہنوں میں یہ لفظ پختہ ہو جائے۔ اگر ہماری زندگی میں جہاد کا مرحلہ نہ آیا تو اگلی نسل میں ہمارے بچوں کو جہاد کے ذریعے ہی تنظیم اسلامی کا اصلی مقصد پورا کرنا ہے۔

4 بجے یہ اجتماع مسنون دعا پر اختتام پذیر ہوا اور رفقاء گھروں کو روانہ ہوئے۔ اس اجتماع میں 40 رفقاء اور 30 احباب شریک ہوئے۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام دعوتی اجتماعات

14 مارچ 2009ء بروز ہفتہ تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام نوشہرہ مرکز میں بعد نماز عصر اور آرمر کالونی نوشہرہ میں بعد نماز مغرب ماہ ربیع الاول کے حوالے سے "حبِ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے" کے موضوع پر دعوتی اجتماعات منعقد ہوئے۔ موضوع پر خطاب کے لئے مردان سے محترم ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کو خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے قرآن وحدیث کے حوالے سے اور فارسی اشعار کے استعمال سے موضوع کو سامعین پر بہت دلنشین انداز سے واضح کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرمؐ کے ہم پر بڑے احسانات ہیں۔ آپؐ نے ہمیں توحید جیسی نعمت دی۔ ہمیں کائنات اور انسانوں کی غلامی سے آزاد کیا اور توہمات کی دنیا سے نکال کر کائنات کو مسخر کرنے اور اس میں تحقیق کے لئے بند راستوں کو کھول دیا اور دین ودنیا کی دوئی کو ختم کر کے ایک وحدت کا تصور دیا لہٰذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم صرف جلسے جلوسوں اور نعتوں سے عقیدت کا اظہار کریں، ہمیں اس ماہ ربیع الاول میں اپنا احتساب کرنا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ اور نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہمیں جو نعمتیں ملی ہیں، اُن کا ہم نے کہاں اور کس طرح استعمال کیا۔ کیونکہ بہترین شخصیت کی پیدائش کے دن کو منانا نہیں بلکہ اُن کے کردار کو اپنانا چاہیے اور یہی اصل میں اُس شخصیت سے محبت کا تقاضا ہے۔ اور اگر ہمیں اپنے رسول ﷺ سے محبت ہے تو ہمیں اپنے کردار سے اس کو ثابت کرنا ہوگا۔

ان دونوں اجتماعات میں 14 رفقاء اور تقریباً 120 احباب نے شرکت کی۔ احباب نے اس قسم کے پروگراموں کو ماہانہ بنیادوں پر انعقاد کرانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آرمر کالونی مسجد کے خطیب صاحب جو کہ اکثر ہمارے ساتھ بہت تعاون کرتے ہیں، پروگرام کے انعقاد پر بہت خوش تھے اور نہایت محبت سے پروگرام کے اختتام پر تمام شرکاء کی چائے سے تواضع کی۔ دو زیر دعوت احباب نے تفصیلی گفتگو کے بعد باقاعدہ طور پر تنظیم میں شمولیت کے لئے بیعت فارم وصول کیے۔ (رپورٹ: جان نثار اختر)

اُسرہ خواتین نوشہرہ کا ماہانہ دعوتی اجتماع

مورخہ 28 فروری 2009ء بروز اتوار بعد نماز ظہر اُسرہ خواتین نوشہرہ کا دعوتی اجتماع تعلیمی ادارہ "دانش کدہ" میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کے لئے مقامی خواتین کو پہلے سے دعوت دی گئی تھی۔ نقیبہ صاحبہ نے "نماز کی اہمیت اور فرضیت" جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔ دین اسلام کے اس بنیادی رُکن کی اہمیت کے پیش نظر خواتین نے خطاب کو بڑی دلچسپی سے سُنا اور بعد ازاں سوال وجواب کی نشست بھی ہوئی۔ نماز عصر کے بعد تمام شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اس پروگرام میں رفیقات سمیت 30 خواتین نے شرکت کی۔

(رپورٹ: اہلیہ عامر صدیقی)

حلقہ سرحد شمالی کی دعوتی سرگرمیاں

محترم محمد فہیم جو حلقہ سرحد شمالی کا نہ صرف امیر ہے بلکہ بقول بانی تنظیم اسلامی مالاکنڈ میں تنظیم اسلامی کا باوا آدم بھی ہے۔ آپ کا لگایا ہوا چھوٹا سا پودا اب ماشاءاللہ تناور درخت بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تنظیم اسلامی کا سب سے بڑا حلقہ سرحد شمالی ہے۔ محمد فہیم جو اب پیرانہ سالی اور بیماری کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو گیے ہیں لیکن حلقے کے پروگراموں میں وہ اب بھی جوان نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر رفیق کو محمد فہیم کی طرح حوصلہ اور صلاحیتیں دے دیں تاکہ ہر رفیق ایک نئے حلقے کو جنم دے۔

شب بیداری کے پروگرام میں پہلے مقرر محمد فہیم تھے۔ آپ نے "عظمتِ قرآن" کو نہایت اچھے انداز میں بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمت کی وجہ سے ہمیں قرآن کا علم دیا۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ قرآن پڑھے اور پڑھائے اور اس پر مبنی نظام قائم کرنے کے لئے کوشش کرے۔ بعد از نماز مغرب محترم علی شیر نے "تزکیۂ نفس بذریعہ قرآن" پر لب کشائی کی۔ آپ نے واضح کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا آلۂ انقلاب صرف قرآن تھا۔ قرآنی تعلیمات کی وجہ ہی سے سنگدل دشمن بھائی بھائی بن گیے۔

رات کو آرام کے بعد اکثر رفقاء تہجد کے لئے بیدار ہوئے۔ نماز فجر کے بعد ممتاز بخت نے انتہائی دلنشین انداز میں درس قرآن دیا۔ درس قرآن سے سامعین خاصے متاثر ہوئے۔ اس کے بعد گروپوں کی شکل میں تجوید کے لئے رفقاء بیٹھ گیے۔ ناشتے کے بعد عام رفقاء رخصت ہوگیے جبکہ امراء اور نقباء سہ ماہی مشاورت کے لئے بیٹھ گیے۔ مشاورت میں انفاق فی سبیل اللہ، دروس قرآن اور نظام العمل پر زور دیا گیا۔ دعا کے بعد تمام رفقاء اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوگیے۔ (رپورٹ: ابوکلیم نبی محسن)

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین سیالکوٹ کے زیرِ اہتمام پروگرام

3مارچ 2009ء بروز منگل سہ پہر تین بجے تنظیم اسلامی حلقہ خواتین سیالکوٹ کے زیر اہتمام اُسرہ نمبر 2 کرسچن ٹاؤن، سیالکوٹ میں ربیع الاوّل کے سلسلے میں ''نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے عنوان پر ایک پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز رفیقہ تنظیم حافظہ قرآن بنت نور حسین نے سورۃ الانعام کے آخری رکوع کی تلاوت سے کیا۔ اِن آیات کی روشنی میں بنتِ عبدالحفیظ نے نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت واضح کیا۔ اِن کے بعد بنتِ قاری شبیر نے سورۃ الصف کے آخری رکوع کی روشنی میں آمدِ مصطفیٰ ﷺ کے وقت معاشرتی حالات کا آج کے مسلم معاشرے سے موازنہ کیا اور اپنے رب کے ساتھ کامیاب ترین تجارت کے اصول بیان کئے۔ پونے پانچ بجے کے قریب دعا کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

پروگرام میں 18 سے 20 خواتین نے شرکت کی اور یہ عزم لے کر رخصت ہوئیں کہ محبتِ رسول ﷺ کو اتباعِ رسول ﷺ سے ثابت کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔

پروگرام کے اختتام پر ڈاکٹر اسرار احمد کا کتابچہ ''حضور ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' تقسیم کیا گیا اور ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔ (رپورٹ: رفیقہ تنظیم)

تنظیم اسلامی حلقہ پوٹھوہار کے زیرِ اہتمام دعوتی پروگرام

27 فروری 2009ء بعد از نماز جمعہ حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیرِ اہتمام گوجر خان سے 28 رفقاء کا قافلہ بمعہ ناظم دعوت و تربیت رحمت اللہ بٹر اور عاطف عماد دولتالہ کے لیے روانہ ہوا۔ نمازِ عصر سے پہلے قافلہ مرکزی جامع مسجد موتیہ مین بازار دولتالہ پہنچ گیا۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد رفقاء کو گروپوں کی شکل میں تقسیم کر دیا گیا اور تعین شدہ مساجد کی طرف بھیجا گیا، تاکہ مسجد کے حلقہ کے لوگوں کو درسِ قرآن کی دعوت دے سکیں۔ رفقاء کی بھرپور کوشش کے بعد پہلا درس بعد نماز عشاء رحمت اللہ بٹر نے جامع مسجد موتیہ میں دیا۔ تقریباً چالیس آدمی شریک ہوئے۔ دوسرا درس مشتاق حسین نے مسجد مہاجرین میں دیا اس میں تقریباً تیس افراد نے شرکت کی۔ تیسرا درس عاطف عماد نے قدیمی مسجد میں دیا جس میں تقریباً تیس افراد شریک ہوئے۔

28 فروری 2009ء کو فجر کی نماز تمام رفقاء نے موتیہ مسجد میں ادا کی اور نماز کے بعد عاطف عماد نے درسِ قرآن دیا۔ جس میں چالیس افراد نے شرکت کی۔ تقریباً آٹھ بجے حافظ ندیم مجید نے عاطف عماد کے ساتھ ہائی سکول دولتالہ کا دورہ کیا۔ وہاں ٹیچرز حضرات سے ملاقات کی اور درس بھی دیا۔ عاطف عماد نے سکول کے بچوں سے بھی گفتگو کی۔ اس کے بعد گیارہ بجے گورنمنٹ انٹر کالج دولتالہ میں پرنسپل اور دیگر سٹاف سے ملاقات کی اور درس بھی دیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول سکھو میں ٹیچر حضرات سے ملے اور درس دیا۔ بعد نماز ظہر مشتاق حسین نے عمر فاروق مسجد میں درسِ قرآن دیا۔ بعد از نماز عصر عاطف عماد نے مسجد الحمز ال میں درس دیا۔ بعد نماز مغرب مشتاق حسین نے شفاخانہ حیوانات کی مسجد میں درس دیا جس میں تقریباً پچیس افراد موجود تھے۔ بعد نماز عشاء حافظ ندیم مجید نے مسجد المصطفیٰ میں درس دیا۔ رحمت اللہ بٹر نے موتیہ جامع مسجد میں ''ہماری دینی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ جس میں تقریباً ساٹھ افراد نے شرکت کی۔ یکم مارچ 2009ء بعد نماز فجر عاطف عماد نے موتیہ جامع مسجد میں درس دیا۔

غرور و تکبر نہیں کرنا چاہیے!

فرید اللہ مروت

حضرت شرف الدین سعدیؒ اپنی مشہور کتاب ''گلستانِ سعدی'' میں اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ جب میں کم سن تھا تو مجھے عبادت و ریاضت کا بہت زیادہ شوق تھا۔ اور پوری پوری رات جاگ جاگ کر اپنے والد بزرگوار کے طریق پر قرآن خوانی کرتا رہتا اور نوافل ادا کرتا تھا۔

ایک دفعہ ہم سفر میں تھے۔ ایک جگہ پڑاؤ کیا گیا۔ میں اپنے والد محترم کے ساتھ حسبِ عادت یادِ خدا میں مشغول ہو گیا۔ جب کہ دیگر قافلے والے خوابِ خرگوش کے مزے لیتے رہے۔ میں نے جب ان سب کو غفلت کی نیند سوتے دیکھا۔ تو اپنے والد صاحب سے کہنے لگا، افسوس ہے ان لوگوں کی حالت پر کہ ان سے اتنا بھی نہیں ہو سکا کہ اٹھ کر اپنے خالق و مالک کے حضور سجدہ ادا کر سکیں۔ اگر یہ غافل لوگ اٹھ کر تہجد کے نفل ہی ادا کر لیتے۔ تو اللہ جل شانہٗ ان کے مال و جان اور رزق و روزی میں برکت ڈال دیتے۔ اور ان کے درجات بلند فرما دیتے۔

میرے والد ماجد خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ میری بات سن کر فرمانے لگے، بیٹا! کسی کو خود سے کمتر خیال کرنا اور ان کی برائی بیان کرنے سے تو کہیں بہتر تھا کہ تم بھی پڑ کر سو رہتے۔

وضاحت:

اس چھوٹی سی حکایت میں حضرت سعدیؒ نے یہ درس دیا ہے کہ تکبر اور غرور ایسا گناہ ہے جو انسان کے نیک اعمال کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔ اس سے بڑے بڑے زاہد و عابد بھی نہیں بچ پاتے۔ گو وہ ہر وقت پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہیں اور سوچ سوچ کر بات کرتے ہیں۔

عام طور پر ہوتا یوں ہے کہ جب کوئی شخص خود کو یادِ خدا میں مشغول کر لیتا ہے، تو لازماً اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں سے بہت نیک ہے، جبکہ لوگ کم تر درجہ کے ہیں۔ میں تو خدائے قدوس کے مقربین میں شامل ہو چکا ہوں۔ جب بھی کسی شخص کے دل میں ایسا خیال فاسد پیدا ہو جائے۔ اور اسے اپنی عبادت پر تکبر محسوس ہونے لگے۔ تو اس کو اسی وقت سجدہ ریز ہو کر توبہ کر لینی چاہیے۔ تاکہ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہ سکے۔ انسان عبادت کرتا ہی اس لئے ہے کہ اس کے اندر غرور و تکبر پیدا نہ ہو۔

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

توبہ کی منادی

ہماری توبہ کا عملی تقاضا
نظامِ خلافتِ راشدہ کے قیام کی جدوجہد

رفقاء متوجه ہوں

ندائے خلافت کے شمارہ نمبر 10 میں شائع شدہ اشتہار برائے انعقاد مبتدی تربیت گاہ

بمقام سکھر کو کینسل کیا جاتا ہے اور اس کے متبادل کے طور پر

ان شاء اللہ بمقام حلقہ سرحد شمالی، نزد گرڈ سٹیشن ڈبر (تیمر گرہ) ضلع دیر پائیں،

معرفت مستقیم الیکٹرونکس ریسٹ ہاؤس چوک (رابطہ: 0945-601337) میں

29/مارچ تا 04/اپریل 2009ء

مبتدی تربیت گاہ

اور 3/اپریل تا 5/اپریل 2009ء تک

نقباء و امراء تربیت گاہ

کا آغاز ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: 042-6316638-6366638 0333-4311226